Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ اُردو

ریویو آف ریلیجنز (قادیان)

یعنی

دُنیا کے مذاہب پر نظر

[illegible]

علی محمد اجمیری

بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۴۱ء

ماہ شہادت ۱۳۲۰ ہش

جلد ۴۰ عدد ۴

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مقاصد و قواعد رسالہ

رسالہ ریویو آف ریلیجنز (اردو) سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ۱۹۰۲ء میں حسب ذیل مقاصد کے پیش نظر جاری فرمایا تھا:-

غیر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت ظاہر کرنا۔

مخالفین اسلام کے حملوں کا جواب دینا۔

صحیح اسلامی عقائد کی اشاعت و تعلیم دینا۔

یہ رسالہ ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو قادیان دارالامان سے شائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ تاریخ تک کسی خریدار کو رسالہ نہ ملے، تو بروقت شکایت موصول ہونے پر رسالہ دوبارہ ارسال کیا جائیگا۔

رسالہ کی سالانہ قیمت اندرونِ ہند تین روپے، اور بیرونِ ہند چار روپے ہے، طلباء اور غیر احمدی اصحاب سے رعایتی قیمت اڑھائی روپے لی جاتی ہے۔

خریداران کو دفتر سے خط وکتابت کرتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ عدم تعمیل یا تعمیل میں تاخیر کی ذمہ داری دفتر پر نہ ہوگی؛

ترسیل زر اور تمام دفتری امور کے متعلق خط وکتابت بنام مینیجر ہونی چاہیئے۔

یہ رسالہ جماعت احمدیہ کا ایک ہی قومی اردو ماہنامہ ہے، بوجہ علمی مجلہ ہونے کے اسکے فائل محفوظ رکھے جاتے ہیں، اور ایک وسیع علمی طبقہ کی نظر سے گذرتا ہے۔ اس لئے اس میں اشتہار دینا مفید ہے۔ نرخنامہ اشتہارات حسب ذیل ہے:-

تعداد	ایک ماہ	تین ماہ	چھ ماہ	ایک سال
ایک صفحہ	پانچ روپے	تیرہ روپے	چوبیس روپے	پینتالیس روپے
نصف صفحہ	تین روپے	آٹھ روپے	چودہ روپے	پچیس روپے
ربع صفحہ	دو روپے	پانچ روپے	نو روپے	پندرہ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ)

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اُردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

جلد | ماہ ربیع الاوّل ۱۳۶۰ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۴۱ء | نمبر ۴

فہرست مضامین

اداریہ	ص۲	ایڈیٹر
انیسویں صدی کی مذہبی تحریکات میں احمدیت کی امتیازی خصوصیات	ص۱۴	حقانی ایم۔اے
معرکۂ روح و بدن	ص۳۲	"ذاکر عجمی"
الجہاد فی الاسلام	ص۴۵	جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ کپورتھلہ۔
رسالہ قواصم الظہور پر ایک نظر	ص۴۹	جناب مولانا عبدالاحد صاحب فاضل استاذ مدرسہ احمدیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اداریہ:-

بہائیت امریکہ میں

۱۹۲۱ء کے موسم گرما میں ایک روز میں مشرقی ایران میں علاقۂ سیستان کے ایک گاؤں کے خالی قطعۂ زمین کو عبور کر رہا تھا۔ مڑ کر دیکھا، تو ایک بوڑھے مرد کو اپنے پیچھے آتے ہوئے پایا۔ جب وہ میرے برابر پہونچا، تو اس نے قریب ہو کر میرے کان میں آہستہ سے کہا۔ "کیا آپ بہائی نہیں ہیں؟" میں نے اس سے دریافت کیا، کہ "آپ یہ سوال کیوں کرتے ہیں؟" اس نے کہا، "آپ امریکہ کے رہنے والے معلوم ہوتے ہیں، کیا یہ درست نہیں ہے؟" میں نے جواب دیا، "ہاں میں امریکہ کا رہنے والا ہوں"۔ اس پر اس نے کہا، "تب آپ ضرور بہائی ہونگے، اس لئے کہ کیا امریکہ کے سب باشندے بہائی نہیں ہیں؟" میں نے کہا۔ "نہیں! امریکہ کے اکثر باشندے بہائی نہیں ہیں۔ میں نے سنا ہے، کہ امریکہ میں بہائی ہیں، مگر مجھے ابھی تک کسی بہائی کو دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا"! پیر مرد مجھے حیرانی اور مایوسی کے ساتھ دیکھکر آگے چلتا بنا۔ کتنی ہی مرتبہ یہ سوال مجھ سے ایران میں کیا گیا۔ کسی نہ کسی طرح ایرانی بہائیوں کے دلوں میں یہ اثر پیدا کیا گیا ہے، کہ امریکہ میں ان کے ہم مذہبوں کی تعداد بہت زیادہ ہے" اور میرا خیال ہے، کہ کئی مرتبہ میری صداقت پر شبہ کیا گیا ہوگا، جب میں نے یہ بتایا، کہ امریکہ میں اکثر لوگوں نے بہاء اللہ کا نام بھی نہیں سُنا"

اقتباس ایک امریکن مستشرق مسٹر ولیم، ایم ملر کے ایک مقالہ سے لیا گیا ہے، جو انہوں نے "موجودہ بہائیت" کے عنوان سے نیویارک (امریکہ) کے مشہور رسالہ "مسلم ورلڈ" بابت ماہ اکتوبر ۱۹۲۴ء میں شائع کیا ہے۔ اس سے بہائیوں کے اس پروپیگنڈے کی اصلیت کُھل جاتی ہے، جو انہوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نے ایران کی طرح ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی کر رکھا ہے، کہ امریکہ میں بہائیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

"اتحاد مذاہب" اور بہائیت مسٹر بلر نے جو بہائیت سے خوب واقف معلوم ہوتے ہیں، اپنے مقالہ میں بہائی تحریک پر بعض نہایت دلچسپ اور معقول جرحیں کی ہیں، اور اس کے باہمی متضاد پہلوؤں پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ ہم ان میں سے ایک ذیل میں درج کرتے ہیں، جس سے "اتحاد مذاہب" کے دل خوش کن فقرہ کی حقیقت معلوم ہوجاتی ہے، جس کی رٹ ہر بہائی لگاتار رہتا ہے۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ بہائیت کی تعلیمات زمانہ اور حالات کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔ مسٹر موصوف "کیا بہائیت کوئی مستقل مذہب ہے" کی بغلی سرخی کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

"مسٹر کوب (Mr. Cobb) نے اپنی کتاب "Security for a Failing world" میں "عیسائیت اور دنیا کے جدید نظام" کے متعلق ایک باب باندھکر اس میں بہائیت اور عیسائیت کا مقابلہ کیا ہے۔ اس میں وہ یہ سوال اٹھاتے ہیں، کہ "کیا بہائیت عیسائیت کی جگہ لے لیگی؟" اور جواب دیتے ہیں، کہ "نہیں" وہ کہتے ہیں، کہ بہائیت کے مقاصد وہی ہیں، جو عیسائیت کے ہیں، یعنی یہ کہ خدا کی مرضی زمین پر قائم کی جائے، اگر کلیسیا اس مقصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے، تو یہ بہائیت کے لئے عین خوشی کا موجب ہے، بہائی بننے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ کوئی شخص اپنے تئیں کسی کلیسیا سے علیحدہ کرلے۔ ایک عورت کو جس نے پوچھا تھا، کہ ایک اچھی بہائی بننے کے لئے مجھے کیا کرنا چاہیئے، عبد البہاء نے۔ جواب دیا، "اپنے کلیسیا میں کام کرو، اور حتی المقدور ایک اچھی عیسائی عورت بن جاؤ، اس طرح تم ایک اچھی بہائی بن جاؤ گی"۔

لیکن جو نقطۂ نگاہ مسٹر کوب نے بیان کیا ہے، وہ شوقی آفندی کے اس بیان سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم آہنگ نہیں جو Bahai World (بہائی ورلڈ)[1] بابت ۳۶-۱۹۳۴ء کے صفحہ ۲۰۰ پر شائع ہو چکا ہے، اس میں وضاحت سے بتایا گیا ہے، کہ بہائیت ایک ممیز اور جداگانہ مذہب ہے، اور ایک بہائی اپنے پہلے مذہب مثلاً عیسائیت یا یہودیت یا اسلام کا پیرو نہیں رہ سکتا۔ وہ کہتے ہیں، کہ ابتداء میں جب بہائی داعیہ ابھی ظہور پذیر ہو رہا تھا، تو بہائیوں کو اس بات کی اجازت دی گئی تھی، کہ وہ چاہیں تو اپنے پہلے مذہبی تعلّقات کو برقرار رکھیں، لیکن اب حالات بدل چکے ہیں، اور بہائیت دنیا کا ایک جداگانہ مذہب قرار پا چکا ہے۔ موجودہ قائد (شوقی آفندی) مزید لکھتے ہیں، کہ جو شخص صمیم قلب اور پورے خلوص کے ساتھ اس جداگانہ داعیہ کے اصول و قوانین کا فرمانبردار ہونا چاہتا ہے، وہ کسی طرح بھی کسی غیر بہائی مذہبی ادارہ کا ممبر نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ بہت سے اساسی مفروضات میں کھلے طور پر بہاء اللہ کا داعیہ کہنہ اور پامال معتقدات، عبادات اور رسوم کے خلاف ہے۔

گو ہم اس بات سے تو متفق نہیں، کہ عیسائیت محض کہنہ اور پامال معتقدات، عبادات اور رسوم کا مجموعہ ہے، لیکن ہمیں شوقی آفندی سے اس بارہ میں پورا پورا اتفاق ہے، کہ کسی شخص کے لئے بیک وقت بہائی اور عیسائی ہونا ممکن نہیں۔ جیسا کہ فارسی مثل ہے، کہ "ایک ہاتھ میں دو تربوز نہیں سما سکتے"۔ ہر شخص جو اچھی طرح سمجھتا ہے، کہ عیسوی کلیسیا کا ممبر ہونے سے کیا مراد ہے، اور جسے بہاء اللہ کی تعلیمات سے بھی آگاہی ہے، اچھی طرح جان لیگا، کہ ہر دو سلسلے بنیادی طور پر ایک دوسرے سے متباین ہیں، اور یہ کہ جو عیسائی بہاء اللہ اور اس کے اصول کو ماننا چاہتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے، کہ نجات دہندہ اور خداوند یسوع مسیح کے حلقہ اطاعت سے اپنی گردن نکال لے۔

---

[1] بہائیوں کا رسالہ جو امریکہ سے نکلتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا کے بہائیوں کی قومی رُوحانی مجلس نے اسی اصل پر عمل کرتے ہوئے ۱۹۲۴ء میں ریاستہائے متحدہ کی حکومت کے سامنے ایک عرضداشت پیش کی تھی، کہ بہائیت کو ایک مستقل مذہب تسلیم کر لیا جاوے، اور بہائی فوجی ملازمت سے مستثنیٰ قرار دیئے جائیں۔ اس میں انہوں نے لکھا کہ "ہماری عرضداشت اس التماس پر مشتمل ہے، کہ بہائیت ایک ضمنی فرقہ یا کسی پہلے مذہب کا جزو نہیں، بلکہ ایک مستقل مذہب ہے، اور یہ اسی رُوحانی بنیاد پر قائم ہے، جس پر عیسائیت، یہودیت یا تاریخ کے دوسرے مسلّمہ مذاہب قائم ہیں" (بہائی ورلڈ ۱۹۳۲ء صفحہ ۳۴)

اس لئے ہمیں امید ہے کہ آئندہ سے بہائی اتحاد مذاہب کے دعویٰ سے دستبردار ہو جائیں گے، اور ایک مستقل مذہب کے دعویٰ پر قائم رہیں گے۔ اور ہمیں یہ بھی امید ہے کہ انہیں محسوس ہو جائیگا، کہ ایک جدید مستقل مذہب قائم کر کے انہوں نے دُنیا کی مذہبی الجھن میں اور زیادتی کر دی ہے، اور اس مذہبی مناقشہ کو بڑھا دیا ہے، جس کے لئے وہ اس درجہ ماتم کناں ہیں۔"

اچھوت اور آریہ سماج گذشتہ ماہ ہندوستان میں مردم شماری ہوئی۔ اس موقعہ پر مختلف قوموں نے اپنی اپنی تعداد کو بڑھا کر دکھانے کیلئے جو جو ناجائز کارروائیاں کیں، ان کی صدائے بازگشت ابھی تک سنائی دے رہی ہے۔ سب سے زیادہ شور آریہ سماج نے مچایا۔ گو آریہ سماج کی تعداد ہندوؤں میں نہایت تھوڑی ہے۔ مگر ان کا پریس بہت مضبوط ہے، اس لئے ان کا پروپیگنڈا ہمیشہ کامیاب ہوتا ہے۔ مردم شماری کے معاملہ میں بھی انہوں نے اپنے پریس کی طاقت سے کام لیا، اور اس امر کی پوری کوشش کی، کہ باوجود تھوڑے ہونے کے ان کی تعداد زیادہ دکھائی جائے۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر انہوں نے جہاں اور کئی طریقے استعمال کئے، وہاں اچھوت اقوام سے اپنی نمائشی ہمدردی کا صلہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کی بھی پوری کوشش کی، اور اچھوتوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر زور ڈالا، کہ وہ مردم شماری کے کاغذات میں اپنے تئیں ہندو اور آریہ لکھوائیں۔

اچھوت اقوام کے ساتھ اظہار ہمدردی متعصب ہندوؤں اور بالخصوص آریہ سماج کی فرقہ دارانہ پالیسی کا ایک اہم جزو ہے۔ اور ان کی یہ ہمدردی انسانی حقوق کے احساس پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کی بنیاد سیاسی مصلحت اندیشی پر ہے۔ اچھوت قومیں ہزار ہا سال سے ہندوؤں کے مظالم سہہ رہی ہیں، اور حیوانوں سے بھی بدتر سلوک برداشت کر رہی ہیں، کسی کو آجتک انہیں ہندو مذہب یا ہندو سوسائٹی میں شمار کرنے کا خیال نہیں آیا۔ لیکن اب چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے علی الرغم "ہندو راج" کا خواب اچھوتوں کو ساتھ لئے بغیر پورا نہیں ہو سکتا، اس لئے آج اچھوتوں کو ہندوؤں کا انگ (عضو) ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور انہیں ہندوؤں کے ساتھ وابستہ کرنے کی تحریکیں چلائی جا رہی ہیں۔

لیکن وقت کی تمام مصلحتوں کے باوجود ہندو سوسائٹی میں اچھوتوں کا جو مقام ہے، اور انہیں مجلسی طور پر جس سلوک کا مستحق خیال کیا جاتا ہے، وہ ان اطلاعات سے معلوم ہوتا رہتا ہے جو وقتاً فوقتاً مختلف مقامات سے موصول ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ گذشتہ ماہ مردم شماری کے سلسلہ میں جو اطلاعات اخبارات میں شائع ہوئیں ان میں سے ایک اطلاع حیدر آباد دکن کے موضع سائل ضلع پربنی کی یہ ہے، کہ وہاں کے اچھوتوں نے جب آریہ سماج کے زور دینے پر اپنے آپ کو ہندو اور آریہ لکھانے سے انکار کیا، تو ان کے گھروں کو آگ لگا دی گئی۔[1]

اس واقعہ سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے، کہ ہندوؤں کے دلوں میں باوجود اصلاحی تحریکات کے اچھوتوں کے لئے کوئی جذبۂ ہمدردی نہیں ہے، وہاں آریہ سماج کی اس نہایت

[1] روزنامہ "پرتاپ" لاہور مورخہ ۸ مارچ بحوالہ "رہبر دکن"۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہی رسوا کن ذہنیت پر بھی روشنی پڑتی ہے، کہ وہ محض اپنی تعداد کو بڑھانے کے لئے غریبوں اور بیکسوں پر اس تہذیب و تمدن کے زمانہ میں بھی انتہائی ظلم وستم کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

سکھ اور اسلام حیدر آباد دکن کے خوش بیان مقرر نواب بہادر یار جنگ نے ہوتی (صوبہ سرحد) میں گذشتہ ماہ ایک تقریر میں سکھوں اور مسلمانوں کے درمیان وجوہ اشتراک بتاتے ہوئے سکھوں کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"آپ بھی ہندوؤں کی طرح مورتی پوجا نہیں کرتے، اور آپ کے گورو مہاراج نانک دیو نے مکہ میں حج کیا تھا۔ ہماری شریعت کے مطابق وہ آدمی حج کرتا ہے جو مسلمان ہو۔ گورو نانک دیو مسلمانوں کے دوست اور اسلام کے دلدادہ تھے، آپ کو بھی چاہیئے کہ سچے معنوں میں مسلمان بنیں" (پرتاپ مورخہ ۱۱۔ مارچ ۱۹۴۱ء)

یہ حقیقت کہ حضرت باوا نانک رح اسلام کے دلدادہ تھے، سب سے پہلے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے بذریعہ وحی والہام خبر پا کر ظاہر کی۔ ابھی تک مسلمانوں نے اس کی اہمیت کو نہیں سمجھا، کہ یہ چیز اسلام کے لئے اور سکھوں اور مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی استواری کے لئے کس قدر ضروری اور مفید ہے۔ یہ امر موجب مسرت ہے، کہ اب مسلمانوں کے سمجھدار طبقہ کو اس کی ضرورت کا احساس ہو رہا ہے۔ اگر سکھوں کو اسلام کے قریب لانے کی مہم زور سے شروع کی جائے، تو یقیناً اس کے بہت عمدہ نتائج نکل سکتے ہیں۔ جماعت احمدیہ اس جہت میں اپنی حیثیت کے مطابق کوشش کر رہی ہے، اور خدا تعالےٰ کے فضل سے اس کی کوششیں بار آور ہو رہی ہیں۔ ضرورت یہ ہے کہ سب مسلمان مل کر اس جہاد میں شریک ہوں۔ آجکل سکھوں میں ہندوؤں کے سلوک کی وجہ سے بد دلی سی پیدا ہو رہی ہے، اس لئے سکھوں کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا یہ بہترین موقعہ ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رُوحانیت اور مادیت | ڈاکٹر سر رادھا کرشنن وائس چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس نے ۲۷ر فروری کو لاہور میں منکرینِ مذہب کو جواب دیتے ہوئے ایک تقریر کے دوران میں فرمایا:-

"تاریخ کے ابتدائی دَور سے انسان پر انتہائی برکت و سعادت کی کیفیات طاری ہوتی رہی ہیں، جبکہ زمانہ (Time) معطّل ہو جاتا ہے، اور انسانی روح کائناتی روح کی ہم آہنگی میں حرکت کرنے کی جدوجہد کرتی ہے۔ ان کی آرزو اور تمنّا ایک غیر محدود ہستی (خدا) کے لئے ہوتی ہے۔ کیا سائنس اس جذبہ یا مذہبی حاسہ سے بچنے کا کوئی مؤثر حل پیش کر سکی ہے؟ اگر دنیا سائنٹیفک روشنی کے ذریعہ بچائی جا سکتی، تو اب تک نجات کے قریب پہونچ چکی ہوتی۔ لیکن امر واقعہ یہ ہے، کہ انسان تاحال جذبات اور روحانی خواہشات کا پیکر ہے۔" (ٹریبیون مورخہ ۲۸ر فروری)

یہ بالکل درست ہے، کہ سائنس اپنی انتہائی ترقی کے باوجود انسان کے مذہبی اور روحانی حاسہ کی تسکین کا کوئی سامان مہیا نہیں کر سکی، اور نہ وہ اِس جذبہ کو انسانی فطرت سے مٹانے میں کامیاب ہو سکی ہے اور یہ اس امر کا ثبوت ہے، کہ سائنٹیفک علوم کی ترقی انسانی زندگی کا مقصد نہیں ہے۔ اگر سائنٹیفک علوم میں ترقی حاصل کرنا انسانی زندگی کا مقصد ہوتا، تو چاہیئے تھا، کہ انسانی روح کو تسکین حاصل ہو جاتی، کیونکہ فی زمانہ سائنس اپنے عروج کو پہونچ چکی ہے۔ لیکن جیسا کہ سر رادھا کرشنن نے فرمایا ہے، یہ امر واقع ہے، کہ انسانی روح کو سائنس کی ترقی کے باوجود ایک غیر محدود ہستی کی تلاش اور اس سے لقاء کی آرزو رہتی ہے۔ اور یہ جستجو اور تمنّا ہمیشہ سے انسان کے ساتھ لگی آئی ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے، کہ رُوحانیت یعنی خدا سے تعلّق انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہے۔ اور یہ چیز بجائے خود مذہب کی ضرورت کو ثابت کرتی اور سائنس کے مقابلہ میں اس کی فوقیت کو ظاہر کر رہی ہے۔

لیکن مذہب کی ضرورت صرف ایک انسان کی روحانیت کے لئے انفرادی جستجو اور آرزو ہی سے ثابت نہیں ہوتی، بلکہ بنی نوع انسان کی سلامتی اور دُنیا میں قیامِ امن کے لئے بھی مذہب ہی حقیقی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ضامن ہو سکتا ہے۔ سر رادھا کرشنن نے اس کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا:۔

"دنیا کے موجودہ مصائب کا سب سے بڑا سبب یہ ہے، کہ نئی تہذیب کی بنیاد مادیت پر ہے۔ جب تک ہم دنیا میں ایک ایسا نظام، جس کی بنیاد سچی روحانیت پر ہو قائم نہیں کریں گے امن قائم نہیں ہو سکتا۔" (پرتاپ مورخہ یکم مارچ)

اسی قسم کے خیالات ایک یورپین مبصر سر فریڈرک جیمز نے اپنی ایک تقریر میں ظاہر فرمائے، جو انہوں نے ۲۴ر فروری کو قادیان میں کی۔ آپ نے یورپ کی موجودہ حالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جرمن قوم اس لحاظ سے زیادہ خوش قسمت ہے، کہ اسے سائنس اور فلاسفی کی نعمتیں قدرت کی طرف سے عطا ہوئی ہیں، لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے، کہ اس قوم نے قدرت کے ان عطیوں کو انسانوں کو غلام بنانے یا انہیں تباہ کرنے میں لگا دیا ہے، کیونکہ ان کی روحیں مردہ ہو چکی ہیں، اور وہ جھوٹے خداؤں کے پرستار بن چکے ہیں۔ . . . .
یورپ میں لوگوں نے ابھی تک وہ طریق دریافت نہیں کیا، جس کے ذریعہ صلح و آشتی سے رہ سکیں۔ اس وجہ سے نتیجہ تباہی اور بربادی ہے۔ وہ اخوت کے صرف زبانی دعوے کرتے ہیں۔ ایک انسان اور دوسرے انسان کے درمیان رشتۂ محبت قائم کرنے کے لئے ضروری ہے، کہ پہلے انسان اور خدا کے درمیان تعلق قائم کیا جائے۔ یہ تعلق پہلے تعلق کے لئے بطور چابی ہے۔ پس ضروری ہے، کہ پہلے خدا اور اس کے بندوں کے درمیان تعلق قائم ہو۔" (الفضل مورخہ ۲۶ر فروری)

قدرت کی پیدا کردہ چیزوں کو کام میں لانا اور ان سے انسانیت کی بہتری اور بھلائی کے لئے خدمت لینا سچے مذہب کی تعلیم کے عین مطابق ہے۔ اس لئے جہاں تک سائنس کی ایجادات انسان کی خادم ہیں ان کی افادیت میں کچھ شبہ نہیں ہو سکتا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے، کہ انسان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا کو نہ بھلا دے ورنہ یہی ایجادات انسانیت کے لئے مفید ہونے کے بجائے اس کی تباہی کا موجب ہوں گی، جیسا کہ آج یورپ میں ہو رہا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب دُنیا مادیت سے ہٹ کر پھر روحانیت کی طرف متوجہ ہو رہی ہے، کیونکہ مادیت روح انسانی کیلئے تسکین کا سامان مہیا نہیں کر سکی۔ انسان تسکینِ قلب کے لئے بے قرار ہے، اور اس کی رُوح حقیقی راحت حاصل کرنے کے لئے مضطرب۔ یہ حالات ہمیں دعوتِ عمل دے رہے ہیں، کہ ہم بنی نوع انسان کے سامنے وہ پیغام پیش کریں، جو صحیح معنوں میں دنیا کی موجودہ مصائب کا حل پیش کرتا اور انسانی روح کی راحت و تسکین کا سامان مہیا کرتا ہے۔

ایک خواب مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی اپنے اخبار "صدق" مورخہ ۱۰ مارچ میں لکھتے ہیں:-

ایک اہلِ دل نے خواب ایک دوسرے اہلِ دل کی زبانی بہت عرصہ ہوا، بیان کیا تھا، کہ ان بزرگ کو مرزا صاحب کے باب میں تردد و خلجان رہا کرتا تھا۔ آخر ایک روز عالمِ رؤیا میں حضور انور صلعم کی زیارت نصیب ہوئی۔ انہوں نے اس بارگاہ عالی میں سوال پیش کر دیا کہ "یہ مرزا کیسا شخص ہے؟" ان کا بیان ہے، کہ جواب اردو میں ارشاد ہوا کہ "باتونی ہے" خواب حجت شرعی یقیناً نہیں، خصوصاً جب وہ نقل در نقل ہو کر پہونچے، لیکن ایک لفظ کے ذریعہ سے ایک مخصوص ذہنیت کی حکیمانہ اور لطیف ترین تشریح ہے بہت لگتی ہوئی۔"

سمجھ میں نہیں آتا کہ جب مولانا کو یہ مسلّم ہے، کہ خواب حجت شرعی نہیں، اور یہ خواب تو آپ تک پہونچا بھی نقل در نقل ہو کر ہے، پھر آپ نے ایسی کمزور چیز کا سہارا لیکر ایک ایسے شخص کو کیوں مطعون کرنے کی کوشش کی، جس کی صداقت پر زمین و آسمان میں ہزاروں یقینی اور قطعی نشانات،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں، ظاہر ہو چکے ہیں، اور جسے یہ نشانات دیکھکر ایک بہت بڑی جماعت زمانہ کا مامور اور مصلح سمجھتی ہے۔ یہ طریق ہمارے نزدیک مومنانہ احتیاط کے پہلو کے صریح منافی ہے۔ اور مولانا عبدالماجد صاحب ایسے "صوفی مشرب" انسان کو تو یہ ہرگز زیب نہیں دیتا، کہ ایک بالکل غیر یقینی چیز کا حوالہ دیکر ایک مومن سے لوگوں کو بدظن کریں۔ خصوصًا ایسی حالت میں کہ ابھی چندروز ہوئے آپ اپنی محسن کتابوں کے ضمن میں حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی بعض کتابوں کا ذکر بھی کر چکے ہیں، جن میں حضور نے مخالفین اسلام کو جوابات دیئے ہیں، اور اسلام کی دیگر مذاہب پر فضیلت اور برتری ثابت کی ہے۔ کیا ایسے مجاہد اسلام کے حق میں جسکی ساری عمر اسلام کی مدافعت اور نصرت میں گزری ہو، اس قدر سرد مہری جائز ہو سکتی ہے، کہ ایک نقل در نقل پہونچنے والی چیز کی آڑ لیکر اس کے خلاف فضا پیدا کی جائے؟ ہم امید کرتے ہیں کہ مولانا موصوف اپنے اس طرزِ عمل کی نظرِ ثانی کر کے اس سے رجوع فرمائیں گے۔

اس کے ساتھ ہی ہم مولانا محترم سے یہ درخواست کرینگے، کہ آپ ہمارے سلسلہ کی کتاب "بشارات رحمانیہ" کا ضرور مطالعہ فرمائیں، اس میں سینکڑوں صلحاء کے ایسے خواب اور رؤیا و کشوف درج ہیں، جن سے حضرت اقدس مرزا صاحبؑ کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔ اگر کسی نا معلوم الاسم اہل دل کا کوئی ایسا خواب جو نقل در نقل ہو کر پہونچا ہو قابلِ ذکر ہو سکتا ہے، تو ایسے ہزاروں رؤیا و کشوف بہت زیادہ وقیع ہیں جو ایسے صلحاء کو ہوئے جن کی بزرگی، تقوٰی اور نیکی ان کے جان پہچانوں اور احباب کے حلقہ میں مشہور و مسلّم تھی۔ اور جنہوں نے خود اپنی زبان یا قلم سے یقینی طور پر اپنے روحانی تجارب بیان کئے۔ ہم یہ کتاب مولانا کی خدمت میں بھیج رہے ہیں، اور امید کرتے ہیں، کہ وہ ضرور اسے مطالعہ فرمائیں گے۔

ہمارے معاونین

موجودہ جنگ کے چھڑنے سے جن چیزوں پر گرانی کا سب سے زیادہ اثر ہوا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ان میں سے ایک کاغذ ہے۔ اس کی قیمت روز بروز گراں سے گراں تر ہوتی جارہی ہے، اس گرانی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے، کہ جو کاغذ جنگ سے پہلے سوا دو روپے فی ریم کے حساب سے ملتا تھا، اس کی قیمت اب ساڑھے پانچ روپے ہو گئی ہے۔ اور بعض حالات میں تو کاغذ خاطر خواہ مقدار میں دستیاب ہی نہیں ہوتا۔ اس کے نتیجہ کے طور پر تمام روزانہ و ہفتہ واری اخبارات اور ماہواری رسالوں کے کارکنوں کو اپنے اخبارات اور رسالوں کے صفحات کم کرنے پڑے۔ اب یہ افواہ زوروں پر ہے کہ کاغذ اور بھی مہنگا ہو جائیگا چنانچہ دن بدن قیمت بڑھتی چلی جارہی ہے۔ اندریں حالات کچھ نہیں کہا جا سکتا، کہ آئندہ اخباروں اور رسالوں کا کیا بنے گا، اور وہ کس طرح کاغذ کی گرانی سے پیدا شدہ حالات کا مقابلہ کر سکیں گے۔

ہمارا رسالہ جس کی مالی حالت پہلے ہی خراب تھی، اب اور بھی خراب ہو گئی ہے، لیکن باوجود تمام مشکلات کے ہم نے رسالہ کے ظاہری معیار کو قائم رکھنے کی انتہائی کوشش کی ہے، اور انشاءاللہ کوشش کرتے رہیں گے، لیکن افسوس ہے، کہ احباب بعض اوقات ذرا سی بے توجہگی سے رسالہ کو نقصان پہونچا دیتے ہیں۔ مثلاً گذشتہ ماہ بہت سے خریداروں نے وی۔پی واپس کر دیئے، حالانکہ ان کے نام وی۔پی ایک ماہ پیشتر اطلاع کے بعد بھیجا گیا تھا، اور صاف طور پر لکھا گیا تھا، کہ اگر آپ کا ارادہ وی۔پی وصول کرنے کا نہ ہو، تو مطلع فرمائیں، تا وی۔پی روک لیا جائے۔ مگر اس کی کوئی پرواہ نہ کی گئی، اور وی۔پی واپس کر کے رسالہ کو سخت نقصان پہنچایا گیا۔ کاش ہمارے دوست اس بات کو سمجھیں، کہ وی۔پی واپس کر کے وہ رسالہ کو بلاوجہ نقصان پہونچاتے ہیں، اور اس کا بار ان کے قومی خزانہ پر بھی پڑتا ہے۔

ہماری تحریک کے جواب میں جن اصحاب نے گذشتہ ماہ رسالہ کی امداد فرمائی، ان میں سے جماعت سیالکوٹ کے روح رواں بابو محمد قاسم دین صاحب اور کمپالہ (مشرقی افریقہ) کے برادرم محمد یوسف

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صاحب خاص طور قابلِ ذکر ہیں۔ اوّل الذکر نے دس نئے خریدار عطا فرمائے، اور مؤخر الذکر نے دس روپے بطور امداد ارسال فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ان دونوں بھائیوں کو جزائے خیر دے اور دینی و دنیاوی ترقیات سے مالا مال کرے۔

ان کے علاوہ ایک اور دوست نے، جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے، پچیس روپے بطور عطیہ ارسال فرمائے۔ یہ ہمارے سلسلہ کے ایک مخلص سرحدی نوجوان ہیں۔ فوج میں معزز عہدہ پر سرفراز ہیں۔ حال ہی میں انہیں ترقی ملی ہے۔ اللہ تعالےٰ اس ترقی کو ان کی آئندہ بہت سی روحانی و جسمانی ترقیات کا پیش خیمہ بنائے۔ چوتھے دوست جنہوں نے رسالہ کی امداد فرمائی برادرم ثناء اللہ صاحب فوجداری سکھر ہیں۔ انہوں نے رسالہ کو تین خریدار دیئے، اس سے قبل بھی وہ دو خریدار دے چکے ہیں۔ جزاھم اللہ خیراً۔

مکتبہ احمدیہ قادیان

سے آپ ہر قسم کی کتابیں منگا سکتے ہیں۔ نیز قرآن مجید مترجم اور معرّا بھی ہمارے ہاں سے طلب فرمایئے۔ ہمارے ساتھ معاملہ کرنے میں آپ کو انشاء اللہ کبھی شکایت کا موقعہ نہ ملے گا۔

مینیجر مکتبہ احمدیہ قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انیسویں صدی کی مذہبی تحریکات میں احمدیّت کی امتیازی خصوصیات

(از حقّانی۔ ایم۔ اے)

۱

اثرات کے لحاظ سے وقت کی تعیین و تحدید ممکن نہیں۔ اور اٹل سچائیوں کے لئے قوم و ملک کی کوئی قید نہیں۔ احمدیت کی بنیادی سچائیاں اور اس کی حقانی خصوصیات اپنے اندر کوئی جدّت نہیں رکھتیں، بلکہ یہ وہی صداقتیں ہیں جو اسلام میں کامل اور غیر مبدّل شکل اختیار کر چکی ہیں۔ احمدیت صرف اسلام کے انہیں حقائق کو بے نقاب کرتی ہے، جو بد قسمتی سے اس زمانے میں لوگوں کی نظر سے اوجھل ہو چکے ہیں۔ اور انیسویں صدی کی دیگر مذہبی تحریکات انہیں پرانی غلط فہمیوں میں مبتلا ہیں، جن میں ہمیشہ سے الہامی نور سے بے نصیب اقوام اسیر رہا کی ہیں۔ انیسویں صدی میں جو مذاہب یا فرقے منصۂ شہود پر آئے، وہ یونہی آناً فاناً، بلا سبب و علّت گذشتہ زمانوں کے اثرات قبول کئے بغیر وجود میں نہیں آگئے، اور نہ تحریکات کے لحاظ سے انیسویں صدی کو ۱۹۰۰ء پر ختم کیا جا سکتا ہے، بلکہ وہ تحریکات جو بیسویں صدی کے آغاز میں ظہور پذیر ہوئیں، احمدیت کی خصوصیات کو نمایاں کرنے کے لئے انیسویں صدی میں ہی شمار کرنی چاہئیں۔ پس زمان کے لحاظ سے میں اٹھارھویں صدی کا آخری اور بیسویں صدی کا ابتدائی حصہ عنوان بالا کے تحت میں لائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اور احمدیت کی جو خصوصیات بھی بیان کرونگا وہ اسلام ہی کے حقائق ہونگے، کیونکہ احمدیت اور حقیقی اسلام مترادف ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انیسویں صدی سے انسانیت کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے۔ دنیا کے تقریباً ہر ایک الہامی مذہب میں ایسی پیشگوئیاں پائی جاتی ہیں، جو اس زمانے پر پوری اترتی ہیں، اور ایک ہستی "موعود" کی خبر دیتی ہیں۔ اور عجیب بات یہ ہے، کہ یورپ ایسی مادہ پرست دنیا میں بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں۔ جو اور نہیں تو علم سیارگان کے رُو سے ہی اس زمانہ کی اہمیت پر زور دیتے ہیں چنانچہ Sarab Dewey Buck اپنی کتاب Modern world Movements کے صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں "ہمیں بتایا جاتا ہے کہ ۱۸۸۱ء میں ایک اور دور ختم ہوا۔ اور وہ لوگ جو قدیم حکمت میں مہارت تامہ رکھتے ہیں ہمیں بتاتے ہیں، کہ اس تاریخ اور ۱۸۸۸ء کے درمیان اہم تبدیلیاں ہوں گی، جو سطح زمین اور اس کی آب و ہوا پر ہی نہیں بلکہ انسان کی صحت، اخلاق، اور روحانی بہبود پر بھی اثر انداز ہوں گی" طرفہ یہ ہے، کہ ۱۸۸۱ء سے ۱۸۸۸ء تک کا زمانہ وہ زمانہ ہے جب حضرت مسیح موعودؑ نے براہین احمدیہ و سرمہ چشم آریہ وغیرہ کتب تصنیف فرمائیں اور آپ کو مصلح موعود کا الہام ہوا، اور ۱۸۸۸ء کا سال وہ سال ہے جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیعت کا اشتہار دیا۔

روحانی نقطۂ نگاہ ہی سے نہیں، بلکہ سیاسی اور اقتصادی لحاظ سے بھی انیسویں صدی نہایت ہی اہم صدی ہے چنانچہ H. G. Wells اپنی کتاب The out-line of History کے صفحہ ۹۶۴ میں انیسویں صدی کے محیر العقول ایجادات، اور مشینری کے نتائج میں اہم سیاسی و اقتصادی مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہے، کہ "انسانی زندگی میں ایک ایسا تغیر آگیا ہے جو تاریخ کے ایک نئے دور کا آغاز کرتا ہے"

غرض میکانکی اور صنعتی انقلاب نے انسانی معاشرت، تمدن، سیاست اور اقتصادیں ایک ایسا اہم تغیر پیدا کر دیا ہے، اور ایسے مسائل لا کھڑے کئے ہیں، کہ اہلِ فکر اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ یہ انسانیت کے لئے ایک نازک ترین دور اور حیاتیاتی تجدید کا محتاج ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یہ ایک عجیب بات ہے، کہ باوجود اس کے کہ انیسویں صدی میں حیرت انگیز مادی ترقیات ہوئیں، اور اہلِ یورپ تقریبًا تمام دنیا پر چھا گئے، مگر اس صدی کا آغاز "یاس" سے ہوا۔ عالمِ اسلام، ایشیاء اور ہند کے یاس میں ڈوب جانے کی وجہ تو ظاہر ہے، کہ وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے تھے، ان کی شمعِ حیات ماند پڑ چکی تھی اور ان کی زندگی کی باگ ڈور دوسروں کے ہاتھ میں تھی، مگر یورپ میں کیا بات تھی، کہ بائرن، ہائینے (Heine) لیوپارڈی، پُشکن ایسے قنوطیت پسند شاعر اور شوبرٹ ایسے یاس انگیز راگ الاپنے والے موسیقی دان پیدا ہوئے، اور سب سے بڑھکر شوپنہار ایسا قنوطی فلاسفر عالمِ وجود میں آیا۔

ڈیورنٹ اپنی کتاب "فلسفہ کی کہانی" میں انیسویں صدی کے قنوطی آغاز کی وجہ یہ بتاتا ہے، کہ انقلابِ فرانس جس نے مذہب کو مٹا کر عقل کی دیوی کی پوجا کرائی، اور آزادی، اخوت اور مساوات کے نعروں کے درمیان خون کی ندیاں بہائیں، بالآخر اپنے نتائج کے لحاظ سے ناکام رہا۔

آج "مادیت" "تجربہ درست عقلیت" آمریت (ڈکٹیٹرشپ) اور تمکن فی الارض، اشتراکیت اور افادیت Pragmatism، جمہوریت اور فاشیت مقصود جن سب کا نطشہ کے الفاظ میں Will to Power یعنی عزم للقوۃ ہے، خوشنما بھیسوں میں بیسویں صدی کے سٹیج پر جلوہ افروز ہیں۔ کیا ان کا انجام بھی "یاس" پر ہوگا؟ کیا یہ بھی ایک المیہ ڈرامہ (Tragedy) کی شکل اختیار کریں گی؟

یورپ کے مذہبی سٹیج پر جو ناٹک اٹھارھویں صدی میں کھیلا گیا وہ ہندوستان میں انیسویں صدی کے آغاز میں تمثیل کیا جانے لگا۔ جرمنی، فرانس اور انگلستان میں ایک عرصہ تک عیسائیت کے مختلف فرقوں کے درمیان، عقائد و مراسم کی بناء پر خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی، بالآخر لوگ مذہبی مناقشات سے تنگ آگئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سترھویں صدی کے آخر پر دنیا امن کے لئے بے قرار تھی، اور چاہتی تھی، کہ ان مذہبی جھگڑوں کا کہیں خاتمہ ہو، چنانچہ لاک (Locke) نے انگلستان میں مذہبی رواداری پر زور دینا شروع کیا، اور تحریک رواداری شروع ہوئی جس کا مقصود تھا، "آزاد ریاست میں آزاد کلیسا"۔ مذہب ایک ذاتی اور نجی کا معاملہ ہے، حکومت کا اس سے کوئی تعلق نہیں، اور اس کا فرض ہے، کہ ہر مذہبی سوسائٹی کی آزادی برقرار رکھے، اور اس کی حفاظت کا اس وقت تک ذمہ لے، جب تک کہ وہ سیاسی نظام میں مخل نہ ہو۔ لائبنز (Leibnitz) نے جرمنی میں عیسائیت کے مختلف فرقوں کو ان کے بنیادی اور متفق علیہ مسائل پر متحد کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اتحاد مذاہب کی تحریکات کی ناکامی کا نتیجہ یہ ہوا، کہ متصوفانہ فرقے معرض وجود میں آئے، اور ایک عرصہ تک مقبول عوام رہے، پھر "عقلیت" کا دور شروع ہوا۔ اور ابتداء میں اس کی کوشش تھی، کہ ایک عالمگیر حقیقی عیسائیت کو فلسفہ کے رُو سے دنیا میں قائم کرے "عقلیت" کے حامیوں کے نزدیک سچی عیسائیت وہ ہے، جو عقل کے معیار پر پوری اترے۔ باقی کلیسائی عیسائیت کے معجزات، اور لایعنی عقائد قابل التفات نہیں، کیونکہ ان کے اندر صداقت کا ایک شمہ بھی نہیں پایا جاتا۔ ایسے لوگوں کے نزدیک "عقلیت" سچی عیسائیت اور فطری مذہب ایک ہی بات ہیں، اور نیچرل مذہب ہی عالمگیر اتحاد کا باعث ہو سکتا ہے۔

ابتداء میں تو عیسائیت کی الہامی حیثیت تسلیم کی جاتی رہی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ جو بات عقلی معیار پر پوری نہ اُترے، وہ سچی عیسائیت یا الہامی کتاب سے خارج سمجھی جاتی تھی۔ مذہبی کتب میں وہی بات الہامی ہے، جو معقول ہو۔ گویا الہام کا معیار عقل ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ تاریخی الہام کو حشو و زوائد سمجھتے ہوئے ردّ کر دیا گیا، اور صرف نیچرل مذہب کو برقرار رکھا گیا۔ کیونکہ اگر ہم نے وہی بات ماننی ہے، جسے ہماری عقل تسلیم کرے، اور مذہبی کتب میں خلاف عقل باتوں کی بھرمار ہے، تو بجائے اس کے کہ ہم ان کے اندر صحیح اور غلط کی تلاش میں سرگرداں رہیں، کیوں نہ ہم اپنی عقلوں پر تکیہ کریں، اور خود ہی حقائق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو تلاش کرلیں۔ اس سے اگلا قدم قطعی تھا، کہ سرے سے الہام ہی کا انکار کر دیا جائے، کیونکہ وہ اختلافات ومناقشات کا دروازہ کھولتا ہے۔ سوینچرل یا عقلی مذہب کی تحریک شروع ہوئی جو انگلستان میں ڈی ازم (Deism) کے نام نمودار ہوئی۔ ان لوگوں کا خدا پر تو ایمان تھا، مگر وہ وحی والہام معجزات اور قبولیتِ دعا سے انکاری تھے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ 'عقلیت' کے دعویٰ کے باوجود اخلاقیات کے معاملے میں پہاڑی وعظ کے زیر اثر تھے، گو عمل اس کے خلاف ہی تھا۔ خدا کے وجود کے متعلق عقلی دلائل پیش کرتے تھے، دنیا کے حسنِ نظام سے خالق کائنات کا ثبوت پیش کیا جاتا تھا۔ دُنیا ایک شاندار مشین ہے جس کے تمام پُرزے ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں، اور مشین اپنا کام حسن وخوبی سے سرانجام دے رہی ہے۔ مشین کا خالق تو کوئی ہے، مگر یہ مشین ایسی اچھی ہے کہ اس کے کام میں خالق کو دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ یہ خود بخود ٹھیک چلتی جارہی ہے۔ کائنات ایک میکانکی قانون کے مطابق حرکت کر رہی ہے۔

اس پر متشککین (Sceptics) کے گروہ نے یہ اعتراض کیا ہے، کہ کائنات میں ہر قسم کے آلام ومصائب اور حوادث ہیں، جو انسانی ہستی کو بے دریغ پیس ڈالتے ہیں، اور نیچر کے پنجے بےگناہوں کے خون سے آلودہ ہیں۔ انسانوں کی چیخ وپکار، آہ وزاری کی جب کوئی شنوائی نہیں، اور دُنیا کے اندر کوئی مقصود نظر نہیں آتا، جو حق وانصاف کے آئین کا پابند ہو، تو ایسی ہستی کے ماننے کی کیا ضرورت ہے جس کا وجود صرف ایک قیاسی امر ہے، اور اس پر کوئی قطعی دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ نہ ہمیں اس کے وجود کا پتہ لگتا ہے، اور نہ وہ خود انا الموجود کہتی ہے۔ فرانس کے Encyclopaedists (دائرۃ المعارف والوں) نے خدا کی ہستی کا انکار کر دیا، اور عقل کی دیوی کی پوجا شروع کرائی۔ جب خدا کی ہستی کا ہی کوئی ثبوت نہ تھا، تو حیات بعد الممات کیسے ثابت ہوسکتی تھی۔ روح بھی میکانکی چکی میں پس کر رہ گئی۔ اور یوم الآخرت کا خاتمہ کر دیا۔ ایسی صورت میں اخلاقیات کے اصول کسی ٹھوس بنیاد پر قائم نہ رہے، بلکہ ہوا میں معلق ہوگئے۔ یہی وجہ ہے کہ والٹیر باوجود یکہ مذہب بالخصوص عیسائیت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا مخالف تھا، خدا کی ہستی ماننے پر زور دیا کرتا تھا، اس کا مقولہ ہے کہ اگر خدا کا وجود نہ بھی ہو، تو ہمیں ایک خدا ایجاد کرنا پڑے گا، جس کے خوف سے لوگ بداعمالیوں سے باز رہیں اور نیک اعمال کے لئے خدا کی خوشنودی کی خاطر کوشاں۔

ظاہر ہے، کہ جب باری تعالیٰ، یوم الآخرت اور نیک اعمال کو ایک صداقت کے طور پر نہیں، بلکہ محض افادی حیثیت سے تسلیم کیا جائے، تو انسانی قلوب میں وہ ایمان پیدا نہیں ہوتا، جو پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا دیتا اور حق و انصاف کے لئے بے انتہا قربانیوں کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ والٹیر کی عملی زندگی جھوٹ اور بدکاری سے پاک نہ تھی۔ فریڈرک اعظم (Frederick the Great) جو اس کے مداحوں میں سے تھا اور عقلیت کا پرستار، ابتداء میں ظلم و تعدی مکر و فریب جنگ و جدال کے سخت خلاف تھا، مگر اس عقلیت اور والٹیر کے فلسفے کا فریڈرک کے دل پر عملی اثر یہ ہوا، کہ اس نے یورپ کو جنگ و جدال کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جھونک دیا۔ انقلاب فرانس، جو والٹیر اور دائرۃ المعارف والوں کے خیالات کے زیر اثر وجود میں آیا، گو حریت، مساوات اور اخوت کے نعروں کے درمیان بپا ہوا، لیکن چونکہ اس کے لیڈروں کے دلوں میں خدا کی عظمت اور الٰہی قوانین کی کوئی وقعت نہ تھی، اور وہ اپنا زانوئے ادب عقل کی دیوی کے سامنے تہہ کرتے تھے، اس لئے انہوں نے ایک عرصہ تک وہ خون کی ہولی کھیلی، کہ انقلاب فرانس کے مدّاح بھی الامان پکار اُٹھے۔

المختصر یورپ میں عیسائیت کے مختلف فرقوں کے درمیان مذہبی مناقشات کا نتیجہ یہ ہوا، کہ لوگ دینی جھمیلوں سے تنگ آ گئے۔ اہلِ فکر ایک عالمگیر مذہب کی بنیاد عقل اور نیچر پر رکھنے لگے۔ الہام و وحی اور مذہبی کتب کی سند ان کے لئے بیکار تھی۔ کائنات کے خالق کو وہ تسلیم کرتے تھے، لیکن وہ ایسی مشین کا خالق ہے، جو اتنی مکمل ہے، اور اتنی خوبصورتی سے اپنا عمل سرانجام

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دے رہی ہے، کہ اسے اپنے بندوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کچھ کہنے سننے اور ان کی تمناؤں پر کان دھرنے اور اپنی محبت سے سرشار لوگوں کے لئے اپنے وصال کے نشانات و آیات دکھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کا لازمی اور قطعی نتیجہ یہی ہونا تھا، کہ ایسے خدا کے سامنے جس کا وجود صرف قیاسی ہے، اور قطعی نہیں، جھکنے کی کیا ضرورت ہے! جبکہ وہ دردمندوں کی پکار کو نہیں سنتا ان کی مدد کو نہیں آتا، اور اپنی محبت میں فنا لوگوں کے لئے کسی تسکین کا باعث نہیں ہوتا۔ صرف اخلاقی اعمال ہی مذہبی زندگی کے لئے کافی ہیں اور اخلاقیات کے اصول و قوانین بھی انسانی عقل کا نتیجہ۔ لیکن جب عقل نے فطرت کا مطالعہ کیا، تو وہاں بازوں کو سہمے ہوئے کبوتروں پر جھپٹتے، شیروں کو کانپتے ہوئے ہرنوں کو پھاڑتے، اور بھیڑیوں کو ممیاتی ہوئی بھیڑوں کے خون سے رنگین دیکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ جہد للبقا آئین اخلاق قرار پایا، اور طاقت و غلبہ خواہ کسی طرح حاصل ہو مقصود حیات سمجھا گیا۔ وہی شخص کامیابی اور بقا حاصل کر سکتا ہے، جو زبردست ہو۔ زیردستوں اور کمزوروں کی اس نظامِ عالم میں کوئی جگہ نہیں۔ اخلاق کا بنیادی قانون یہ ٹھہرا *Might is Right* یعنی جس کی لاٹھی اسی کی بھینس۔ اس طرح تمام مذاہب کے متفق علیہ مسائل بہ یک جنبشِ قلم حرفِ غلط کی طرح مٹا دیئے گئے۔ اور علمی نقطۂ نگاہ سے سچائی کی تعریف یہ قرار پائی کہ جو اصولِ کامیاب ہو جائے، وہ سچا ہے۔ تمہیں غلبہ و اقتدار پر نگاہ رکھنی چاہیئے۔ جو طریق، جو اصول اور جو عمل بھی اس مقصد کے حصول میں ممد ہو، وہ اس وقت اور ضرورت کے لحاظ سے سچا اور منصفانہ ہے۔ اور زمین پر زندگی بسر کرنی ہے، آسمان کے خیال کو ترک کر دو۔ تمہیں مادہ سے واسطہ پڑتا ہے، روحانیت کے تصور کو تیاگ دو۔ اس مادی زندگی میں مادی وسائل کو اختیار کرو۔ تم کارِ زمیں "کو نکو ساخت" کرو، "آسمان" پر پرواز کرنا چھوڑ دو۔

اخلاق کو افادی حیثیت دینے، زندگی کو زمینی بنانے، اور عزم للقوہ کو تمام انسانی جبلتوں پر فضیلت دینے کا نتیجہ یہ ہے، کہ وہی عقل اور نیچر، جس کی خدا کو چھوڑ کر پوجا کی جانی شروع ہوئی، آج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آگ کی شکل میں یورپ کی بستیوں پر برس رہی ہے۔ اور یورپ ایک دفعہ پھر "یاس" کے سمندر میں ڈوبتا نظر آتا ہے۔

یہ تھا ایک اجمالی خاکہ یورپ کی مذہبی اور ذہنی کشمکش کا جو آپ کے سامنے ہندوستان کی مذہبی تحریکات کا پس منظر پیش کرنے کے لئے کھینچا گیا۔ آیئے اب ذرا ہندوستان کی تحریکات پر اک طائرانہ نظر ڈالیں۔

انیسویں صدی میں ہندوستان سیاسی طور پر غلامی کی زنجیروں میں جکڑا جا چکا تھا، اور عیسائی مشنری ہندوستانی مذاہب پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ اس کا ردّ عمل ہونا ضروری تھا، ہندوؤں کی سماجی زندگی ظالمانہ اور قبیح رسوم سے داغدار تھی۔ اور مسلمانوں کا جمود اور حالاتِ زمانہ سے تغافل، انہیں تباہی کے غار میں دھکیلے جا رہا تھا، مذہب کی روح مفقود ہو چکی تھی، اور پتھرائی ہڈیوں پر قیامت بپا تھی۔ بنگال میں راجہ رام موہن رائے صاحب نے بت پرستی اور ذات پات، ستی اور اس قسم کی دیگر قبیح رسومات کے خلاف آواز بلند کی۔ انہیں پنڈتوں سے واسطہ پڑا، تو انہوں نے یورپ کے عقلیت پسندوں کا طریق اختیار کیا۔ الہام سے انکار کیا، اور سماجی اصلاح پر زور دینا شروع کیا۔ راجہ صاحب موصوف نے عربی کی تعلیم پٹنہ میں پائی تھی، اور سنسکرت کی بنارس میں۔ انگریزی زبان اور اس کے لٹریچر سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ توحید کا اثر قرآن حکیم سے لیا اور عقلیت اور نیچریت کا یورپ سے۔ عبادتِ الٰہی کا ذوق صوفیا کے کلام اور اپنشدوں نے پیدا کیا، اور سماجی اصلاح کی دُھن قومی درد کا نتیجہ تھی۔ راجہ رام موہن رائے کی جو سوانحعمری بنگالی زبان میں نگیندر ناتھ چیٹرجی پرچارک سادھارن برہمو سماج نے لکھی ہے۔ اس میں آتا ہے:

"ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ عربی زبان میں قرآن پڑھنے کے لئے مسلمان مولوی کے تعلق میں آنے سے ان کے دل میں ایک ایشور کی پُوجا کا بھاؤ پیدا ہوُا۔ صوفیوں کی کتابیں وہ شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ شوق ان میں ساری عمر موجود رہا۔ بڑی عمر میں وہ دیوانِ حافظ مولانا روم اور شمس تبریز وغیرہ صوفی شاعروں کے اشعار کو بہت جوش کے ساتھ دہرایا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتے تھے۔"

اس بات کی تائید میں پنڈت شِو ناتھ شاستری ایم۔ اے پرچارک سادھارن سماج نے بھی لکھا ہے۔

"یہاں (پٹنہ میں) جبکہ وہ عربی میں قرآن پڑھا کرتے تھے، تب انہیں ہندو مورتی پوجا کی غلطیاں نظر آئیں۔ کہا جاتا ہے، کہ وہ صوفی فرقہ کے مسلمانوں پر بہت شیدا تھے، کہ جن کے خیالات ہندوؤں کے ویدانت فلاسفروں کے ساتھ ملتے تھے۔ اس وقت سے لیکر اپنی ساری عمر تک رام موہن رائے اپنے اندر سے کبھی بھی جسمانی اثروں کو پورا پورا دور نہ کرسکے۔ پرائیویٹ زندگی میں بھی مدت تک ان کی عادتیں اور ان کے میلان طبع مسلمانی تھے، اور وہ اپنی نج کی بات چیت میں ہمیشہ اپنے دل پسند صوفیوں کے حوالے دیا کرتے تھے۔"[له]

جب کسی الہامی مذہب پر بیرونی حملہ ہو تو اس کا ردّ عمل چار طریق پر ہو سکتا ہے:۔

اوّل:۔ اس کی تعلیمات کو درست ثابت کیا جائے، یا جو باتیں یونہی اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں ان کی تغلیط کی جائے، اور مضبوطی سے اپنی مذہبی چٹان پر قائم رہا جائے۔ اگر الہام و وحی پر شک ہو تو ایسا ہونا چاہیئے جو اس کی واقعیت کو تجربہ کی بنا پر ثابت کرے۔

دوم:۔ اگر اعتراض کا جواب نہ مل سکے تو دیانتداری سے اس کو ترک کر دیا جائے۔

سوم:۔ اندھا دھند عقل کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کورانہ تقلید کو اختیار کیا جائے۔

چہارم:۔ بعض باتیں تسلیم کر لی جائیں اور بعض کو عقلی وجوہ کی بنا پر ردّ کر دیا جائے اور اصول یہ قائم کیا جائے، کہ مذہبی کتب بھی انسانی کلام ہیں اور اس لئے خطاؤں سے پاک نہیں ہو سکتیں، جو باتیں اس زمانہ کے لحاظ سے درست ہیں، انہیں مان لو، جو غلط معلوم ہوتی ہیں نظر انداز کر دو۔

له برہمو سماج کے بانی راجہ رام موہن رائے صاحب کا مختصر جیون چرت شائع کردہ شریمان دیو رتن۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

راجہ رام موہن رائے نے آخری طریق اختیار کیا، اور یورپ کے Deists کی طرح عقل کی بنیاد پر ایک عالمگیر مذہب قائم کرنا چاہا۔ وحدت الوجود اور ویدانت کے فلسفہ کے زیر اثر جذباتی رنگ میں راگ کی سرستیوں کے اندر خدا کی تلاش کی، مگر چونکہ Deists کی طرح ان کا یقین تھا کہ نہ خدا بولتا ہے، اور نہ دعا سنتا، اور نہ اس کائنات کے اندر دخل دیتا ہے، اس لئے اس کا اثر نفسیاتی اور جذباتی ہی ہو سکتا تھا۔ حیات بعد الممات کے متعلق ان کے خیالات، معلوم ہوتا ہے، کچھ واضح نہ تھے۔ کیونکہ برہمو سماج کے اندر ایک طبقہ تناسخ کا قائل ہے، اور ایک منکر۔ اخلاقیات کی بناء عقل اور ہندوستانی مذاہب کی عام تعلیمات پر ہی رکھی گئی۔ اس قسم کی تحریک کا منطقی نتیجہ وہی ہونا تھا جس کی پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کر دی تھی، کہ برہمو سماج لاہور کے بانی پنڈت شیو نرائن اگنی ہوتری کا انجام دہریت ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے ایک قیاسی خدا کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جس کا ہماری زندگی سے کوئی تعلق نہیں، نہ وہ ہم سے بولے، نہ ہماری آہ وزاری سُنے، اور نہ اپنی ہستی کا خود ثبوت دے۔ بھلا جب ہم اس کی ہدایت کے بغیر اپنی زندگی کے لئے لائحہ عمل، اور قوانین اخلاق مرتب کر سکتے ہیں، اور قدرت کے قوانین اٹل ہیں، تو کیوں نہ مذہب کی بنیاد خدا کی بجائے نیچر پر رکھی جائے، جو ہماری زندگیوں پر براہِ راست اثر انداز ہے۔ چنانچہ انہوں نے "سائنس پر مبنی" مذہب کا اعلان کیا۔ چونکہ ہندو سوسائٹی میں ان کی تربیت ہوئی تھی، اس لئے اخلاقی قوانین اور عام ذہنیت ہندوانہ ہی رہی۔ فرق صرف اتنا تھا، کہ خدا سے انکار تھا، مگر روح سے منکر نہ تھے۔ تناسخ کے خلاف تھے مگر حیات بعد الممات کے قائل تھے۔ ڈارون کے مسئلہ ارتقاء کے ساتھ سپرچوئلزم کا امتزاج کچھ ایسی طرح کیا گیا، کہ ایک منظم شکل مذہب کی پیدا ہو گئی۔ دُنیا کی تخلیق خدا کی رہینِ منّت نہیں، بلکہ مادہ کے طبعی خواص اور اس کے ذرّات کا مختلف طریقوں سے امتزاج اس کا باعث ہے۔ انسان کا ارتقاء جہد للبقاء کے سلسلہ میں نیچرل انتخاب سے ہوا۔ ہمیں گناہوں سے اس لئے نہیں بچنا چاہیئے، کہ "خدا" سزا دیگا، بلکہ اس لئے کہ یہ ایک بد پرہیزی ہے، جو روح کو بیمار کر دیتی ہے۔ مرنے کے بعد روحیں اسی فضا میں چکّر لگاتی رہتی ہیں، اور اپنی صحت کے لحاظ سے یہی فضا ان کے لئے خوشگوار یا ناگوار ہو سکتی ہے۔ ان روحوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کا زندہ انسانوں کے ساتھ تعلق قائم ہو سکتا ہے، اور ان سے بات چیت ہو سکتی ہے، حتیٰ کہ ان کے فوٹو بھی لئے جا سکتے ہیں۔ غرضیکہ یورپ میں سپرچوٗلزم والے جو کچھ کہتے ہیں، ان پر ان کی حیات بعد الممات کی مجبوری کا انحصار ہے۔

لیکن ڈارونزم اور سپرچوٗلزم، مادیت اور رُوحانیت، خدا سے انکار، اور اخلاقیات کو نادیر ملا کر رکھا نہیں جا سکتا، وہ دن دور نہیں، جب دیو سماج بھی نطشہ کی طرح ڈارونزم کے زیر اثر اپنے اخلاقی اصولوں سے بغاوت کرے گی، کیونکہ عقلیت اور ڈارونیت، دہریت اور مادیت کا منطقی نتیجہ وہی ہے جو Durant نے نطشہ کے خیالات کی ترجمانی کرتے ہوئے ان الفاظ میں پیش کیا ہے:۔

"ڈارون نے بے جانے بوجھے فرانس کے دائرۃ المعارف والوں کا کام تکمیل تک پہنچایا انہوں نے درجہ اخلاق کی الٰہی اساس کو ہٹایا۔ مگر اخلاقیات کو جوں کا توں معجزانہ طور پر ہوا میں معلق رہنے دیا، حیاتیات کی ایک پھونک کی ضرورت تھی، جو اس ڈھونگ کی باقیات کو صاف کردے۔ وہ لوگ جو فکر و تدبر کی اہلیت رکھتے تھے، فوراً صاف طور پر اس بات کو سمجھ گئے، جو ہر زمانہ کے سمجھدار لوگ جانتے رہے ہیں، کہ اس جہاد میں جسے ہم زندگی کہتے ہیں، جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے، وہ نیکی نہیں، طاقت ہے، انکسار نہیں، بلکہ فخر ہے، سب کی بھلائی چاہنا نہیں، بلکہ دلیرانہ ذہانت ہے۔ مساوات اور جمہوریت انتخاب اور لقاء کے منافی ہیں۔ عوام نہیں، بلکہ خواص ارتقا کا مقصود ہیں۔ انصاف نہیں، بلکہ طاقت تمام اختلافات اور تقدیروں کی حَکَم ہے۔" [1]

وہ لوگ جو آجکل کی ہندو تحریکات اور ان کے نوجوانوں سے واقفیت رکھتے ہیں، وہ جانتے ہیں، کہ اب ہندو دماغ اس طرف آرہا ہے۔ یہ ہے، انجام اس عقلیت کا، جو وحی والہام، دعا و نشانات سے

---

[1] Durent story of Philosophy. P. 436

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بے نیاز ہو کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہتی تھی۔

رب کی مادی زندگی اور سیاسی بے چینیوں سے تنگ آ کر ایک طبقہ نے ہندو فلسفہ اور یوگ کی طرف توجہ کی۔ شوپنہار۔ قنوطی فلاسفر کو بدھ مت پسند آیا تھا۔ غالباً اسی کے زیر اثر یورپ کے کئی اور لوگوں نے بدھ مت کے خیالات کو اپنایا۔ ہندوستان میں آ کر تسکین قلب اور "روحانی وجدان" کے طریقے سیکھے۔ اپنشدوں یوگ اور آواگون وغیرہ امور پر ایک عالمگیر تحریک کی بنیاد رکھی گئی، جسے تھیاسوفیکل سوسائٹی کہتے ہیں۔ مذاہب میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے کہا گیا، کہ کوئی اپنے مذہبی معتقدات پر قائم رہتے ہوئے بھی اس سوسائٹی کا ممبر ہو سکتا ہے لیکن میڈم بلاوٹسکی (Blavatsky) اور مسز اینی بسنٹ کو ہندوؤں میں ہی کامیابی ہوئی۔ کیونکہ اس سوسائٹی کا تانا بانا ہندو فلسفہ سے بُنا گیا تھا۔ اور عملی طور پر راگ، ناچ اور یوگی ریاضتوں کے ذریعہ ہی عبادت الٰہی 'ذوق و وجدان' پیدا کرنے کے لئے کی جاتی تھی۔ اس سوسائٹی نے بھی ہندو سماج کی اصلاح کی کوشش کی، مشرق و مغرب کو ملانے کی بھی سعی کی، اور ہندوستانی سیاست میں اہل ہند کے ساتھ رفاقت کا حق ادا کیا۔ مذہبی طور پر یہ تحریک بھی عقلیت پر ہی مبنی تھی اور وحی والہام اور کسی الہامی کتاب کی پابند نہ تھی، ہندوؤں کو یوگ اور اپنا فلسفہ سیکھنے کیلئے کسی بیرونی تحریک کی ضرورت نہ تھی کیونکہ برہمو سماج اور آریہ سماج ہندو قوم پرستوں کو اپنی آغوش میں لینے کو طیار بیٹھی تھیں۔

مسز اینی بسنٹ ہونے والے مسیحا کرشنا مورتی) کی تربیت میں مصروف رہیں، اور اس بات کی منتظر کہ وہ ایک عالمگیر تحریک کو کامیاب بنانے والا ہوگا لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ اس "مسیحا" نے اس سوسائٹی کی جڑھ پر ہی تبر رکھدیا، اور کہا، کہ مذہب ایک اندرونی، وجدانی، نفسیاتی کیفیت کا نام ہے، اور جونہی اسے خارج میں منظم شکل دیجائے، فتنہ و فساد کا باعث بن جاتا ہے۔ مذہب ایک انفرادی چیز ہے، نہ کہ اجتماعی۔ دنیا میں گروؤں اور مذہبی پیشواؤں پر یقین انسانی حماقت کی وجہ سے پایا جاتا رہا ہے۔ اس لئے نہ گروؤں کی ضرورت ہے، اور نہ منظم مذہب کی۔ اگر تم کوئی عالمگیر مذہب تمام مذاہب کا خلاصہ نکالکر منظم شکل میں پیش کرنا چاہتے ہو، تو ایں خیال است و محال است وجنوں۔ دُنیا کا امن اور مذہب کا اتحاد مذہب کی منظم شکل کو تباہ کر دینے میں ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس طرح تھیا سوفیکل سوسائٹی بھی وحی والہام اور الٰہی فرستادہ سے بیگانہ رہ کر جذباتی چیز ہو کر رہ گئی، اور عالمگیر اتحاد کا خیال یاس کی بستی میں کھو گیا۔ سوامی دیانند جی کچھ سیانے تھے، وہ جانتے تھے کہ تمام کو خوش کرنے میں کسی کو خوش نہیں کیا جا سکتا۔ تمام مذاہب کو ملانا ناممکن ہے، اور صرف عقل پر ہی تکیہ کرنے اور اپنی قدیم کتب کی الہامی سند سے انکار کا نتیجہ عوام کو اپنے سے بیگانہ کرنا ہے۔ چند کتب کو الہامی مانو اور ان کی تشریح و تاویل عقلی طور پر کردو۔ قومی جذبات سے اپیل کرو، توحید کو ویدوں سے ثابت کرو اور جو امور آجکل ناپسندیدہ سمجھے جاتے ہیں، ان کی تردید کردو، کہ ہماری کتب مقدسہ میں ان کی کوئی سند نہیں۔ برہمو سماج کی طرح مجلسی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ اس طرح لوگوں کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی۔ عوام الہامی کتب پر ایمان لائے بغیر جوشِ عمل سے بیگانہ نہ رہیں گے، اور خواص سیاسی مجلسی سرگرمیوں کے بغیر ناآشنا۔ عقل اور الہام کا قضیہ بھی عجیب دانائی سے چکایا گیا۔ آغاز آفرینش میں خدا بولا تھا، چار وید نازل کئے۔ اور ہمیشہ کے لئے چپ سادھ لی۔ اب نہ وہ بولتا ہے، نہ دعا سنتا اور نہ کائنات کے کاموں میں دخل دیتا ہے۔ اس نے روح و مادہ کو چھوڑ دیا۔ مشین بن گئی، چلادی اور چلتی جا رہی ہے۔ کرم کی چکی بے پناہ چل رہی ہے۔ روؤ، پیٹو، نہ خدا بخشیگا، نہ بولیگا اور نہ سنیگا۔ ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں مذہب کی الہامی بنیاد بھی قائم کردی، برہمو سماج کی عقلیت بھی آگئی، اور سماجی و سیاسی سرگرمیوں کے لئے بھی میدان ہموار کر دیا۔ نتیجہ یہ ہؤا کہ آریہ سماج میں ایسے لوگ بھی شامل ہو گئے، جنہیں نہ خدا پر یقین تھا اور نہ ویدوں کے الہامی ہونے میں وشواس۔ بس ایک کام کرنے والی جماعت سمجھکر ہندوؤں کی مجلسی و سیاسی بہبود کے لئے اس میں شامل ہو گئے۔ بیان کیا جاتا ہے، کہ خود سوامی دیانند جی نے کئی ایک انگریزی تعلیم یافتہ بارسوخ اشخاص کو یہ جانتے ہوئے کہ انہیں ویدوں پر ایمان نہیں سماج میں اعلیٰ عہدے دیئے، تا ان کے اثر و رسوخ سے کام چل نکلے۔ چنانچہ لالہ مول راج صاحب ایم۔ اے جو آریہ سماج لاہور کے پہلے پردھان بنائے گئے، ان کے متعلق یہی شک کیا جاتا ہے، اور اس بات کی تائید مندرجہ ذیل حوالہ سے بھی ہوتی ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"سوامی شردھانند صاحب کے قول کے موافق آریہ سماج کے بڑے بڑے تعلیم پر فخر کرنے والوں کے نزدیک مکار بننا ضروری ہے کیونکہ وہ دکھلاوے کے لئے ویدوں اور ایشور کی پکار مچا کر بھی یہ کہتے ہوئے نہیں شرماتے کہ ویدوں پر بے وقوف وشواس کرتے ہیں اور ایشور وِدوانوں (عالموں) کے لئے کوئی چیز نہیں ہے ایشور کا ماننا سرو سادھارن (عوام الناس) کے لئے اچھا ہے لیکن ہم آریہ سماج کو کام کرنے والی سوسائٹی سمجھکر سبھاسد (ممبر) ہوئے ہیں۔"[۱]

الغرض تھیوسافیکل سوسائٹی ہو یا برہمو سماج، آریہ سماج ہو یا اس قسم کی کوئی اور ہندو تحریک سب میں ایک بات متفق علیہ نظر آتی ہے، کہ وہ الہام، قبولیت دعا اور الٰہی نشانات سے انکاری ہیں۔ اور سبھی سماجیں ہندوؤں کی سوشل اصلاح اور ہندو راجیہ کے لئے کوشاں نظر آتی ہیں۔

اب آریہ سماج کے متعلق تو خود اس کے سرکردہ ممبر اعتراف کر رہے ہیں، کہ وید پرچار کے لئے چندہ جمع کرنا تو کارے دارد والا معاملہ ہے، مگر سیاسی سرگرمیوں کے لئے لاکھوں روپے آناً فاناً جمع ہو جاتے ہیں۔ آریہ گزٹ ۷ر فروری ۱۹۱۷ء کے قول کے مطابق وید پرچار کے سمبندھ میں آریہ سماج کی حالت اونچی دوکان اور پھیکا پکوان کی سی ہے، اور لالہ بہادر سنگھ مینجر مسافر آگرہ کی ایک تحریر کے بموجب گوروکل کانگڑی کے ودیارتھیوں کو ویدوں کے متعلق تو کچھ معلوم نہیں ہوتا۔" البتہ وہاں سے پالیٹکس میں حصہ لینے والے لڑکے نکلتے ہیں۔"[۲]

آجکل آریہ سماج ایک ہندو سنگٹھنی جماعت ہے، جس کا مقصد رام راجیہ قائم کرنا ہے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے سب طریق اختیار کرنے کو طیار ہے، یہ ہے درحقیقت مذہبی روح سے بغاوت،

---

[۱] اخبار ستیہ دھرم پرچارک ۹ر مارچ ۱۸۹۱ء بحوالہ آریہ سماج کی اندرونی تصویر۔

[۲] ستیہ دھرم پرچارک ۲۲۔ پھاگن سمت ۱۹۷۲ بحوالہ آریہ سماج کی اندرونی تصویر۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور انسانی فطرت سے یاس۔ امن سے بیزاری اور کُشت وخون کی تمنّا۔

مسلمانوں میں بھی جو تحریکات شروع ہوئیں "نیچریت" اور Deism کے ہم آہنگ تھیں۔ سرسید غدر کے بعد مسلمانوں کی اصلاح اور ترقی کی طرف متوجّہ ہوئے۔ مسلمانوں کو قومیّت کے نام سے بیدار کیا، مغربی تعلیم پر زور دیا، تا ان کی دنیاوی حالت بہتر ہو، اور وہ لوگ جو اسلام سے برگشتہ ہو رہے تھے، ان کے لئے ایک عقلی اسلام پیش کیا۔ آپ عربی فارسی کے عالم تھے، اور انگریزی کتب سے بھی آشنا، مغربیت کے زیر اثر اور یورپین فلسفہ سے مرعوب۔ نتیجہ ظاہر تھا، کہ وحی والہام ایک ملکہ ہو کر رہ گئے۔ قبولیت دعا ایک نفسیاتی کیفیت سے زیادہ کچھ نہ تھی۔ اور مذہب کا جہاں کہیں مغربیت سے ٹکراؤ نظر آیا، قرآنی ارشاد کی تاویل وتفسیر عقلیت کے ماتحت کر دی گئی۔ اور یورپ کے نیچرل مذہب والوں کی تقلید میں اپنی کتب کے اندر نیچریت کا دخل کیا گیا۔ اس قسم کی مذہبی تحریک سے متاثر لوگ اچھے دنیا دار بنے اور سیاسی لیڈر۔ اور ایک ایسی تحریک شروع ہوئی، کہ مسلمانوں کو اسلام کے نام پر ایک قوم کی شکل میں منظم کیا جائے [illegible] اور ایک عالمگیر اسلامی سلطنت کے قیام کے لئے جدوجہد کی جائے۔ جمال الدین افغانی اور سید حلیم شاہ وغیرہ مسلمان بھی اسی قسم کے مسلمان لوگ تھے۔ انہیں قرآنی تعلیمات کو اصل رنگ میں پیش کرنے، تبلیغ اسلام کو دنیا کے کونوں تک پہونچانے اور تعلق باللہ قائم کرنے کے لئے اتنی دلچسپی نہ تھی جتنی سیاسی اقتدار کے لئے تڑپ تھی۔ ڈاکٹر اقبال نے مغرب ومشرق کی تعلیمات کو جذب کیا، برگسان اور نطشہ کے خیالات کو اپنایا اور مغربیت سے رنگین اسلامی کلام پیش کیا۔ چونکہ برگسان وجدان کا قائل ہے، اس لئے الہام سے انکار تو نہ کر سکے، مگر اسے اگلے وقتوں کی بات بتایا، اور عہد حاضر کی جوان انسانیت کے لئے باعثِ عار۔ کیونکہ یہ تو انسانیت کے بچپن کے لئے ذریعۂ علم تھا۔ دعا[1] کے متعلق بھی یہی ارشاد ہوا، کہ اس سے خودی پر اثر ہوتا ہے، نہ کہ خدا بندوں کی حاجتیں پوری

---

[1] تری دعا سے قضا تو بدل نہیں سکتی ؛ مگر ہے اس سے یہ ممکن کہ تو بدل جائے ۔ (اقبال)
اور ان کا مرید اسد ملتانی کہتا ہے :۔
اٹھتے ہیں خود بخود میرے دستِ دعا اسد ؛ ہرچند سوچتا ہوں کہ ہوگا دعا سے کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کرتا ہے۔ حیات[1] بعد الممات بھی صرف خودی کے علمبرداروں کو نصیب ہو گی، ہر کسی کا حصہ نہیں۔ اخلاقیات میں عزم للقوۃ پر زور دیا۔ غلبہ واقتدار اور خودی کی سربلندی کا درس دیا۔ جس کی عملی شکل خاکسار تحریک میں نظر آتی ہے۔ اگر وہی مومن ہے، جو غالب وحکمران ہو، تو افرنگی ہی سچے مسلمان ہیں۔ ملائکہ ان کے آگے سجدے کرتے ہیں، یعنی فطرت کی طاقتیں ان کے ماتحت ہیں[2] گو ان کی تسخیر مادہ پرست ملحد

---

[1] پروفیسر تاثیر لکھتے ہیں He (Iqbal) does not believe in Immortality for every one. (Aspects of Iqbal Introduction XV) اقبال ہر کسی کے لئے حیات بعد الممات کا قائل نہیں۔

[2] والمغربیّون کلّھم صدّقوا بھٰذہ الاٰیۃ بالعمل واٰمنوا بھا ما استطاعوا وبدّلوا خوفھم امنًا منھا واطاعوا اللہ ورسولہ فصاروا من المفلحین فی الدنیا ولاشکّ انّھم فی الاٰخرۃ من عبادہ المؤمنین . . . .
فواللہ ما جاھد قومٌ قطّ فی ھذہ الدّنیا مثل ما جاھد الغرب فی زماننا ھٰذا۔ ولم یعرفوا اللہ مثل ما عرفوہ ولم یقدروہ مثل ما قدروہ فکیف لا یؤدّی اللہ اجورھم ویوفّیھم حقّ عبادتھم فی الدنیا ویُتِمّ نعمتہ علیھم ان کانوا شاکرین وکیف لا یستخلف فی الارض الذین اٰمنوا باللہ بالحق وعملوا الصّٰلحٰت انہٗ شکورٌ حلیم۔ فالملٰٓئکۃ اکثرھم یسجدون لھذا القوم وملک الیوق یخدمھم لیلًا ونھارًا . . . . (تذکرہ عربی افتتاحیہ ص۴۶ مصنفہ علامہ عنایت اللہ صاحب مشرقی) ترجمہ:۔ مغربی لوگوں نے اس آیت کو اپنے عمل سے سچا کر دکھایا ہے، وہ اس پر ایمان لائے ہیں جہانتک ان کی طاقت میں ہے۔ اور انہوں نے اپنے خوف کو امن سے بدل دیا ہے۔ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کی ہے۔ پس وہ دنیا میں فلاح پانے والوں میں سے ہیں اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ آخرت میں بھی وہ اس کے مومن بندوں میں سے ہیں . . . . پس اللہ کی قسم کسی قوم نے دنیا میں ایسا جہاد نہیں کیا۔ جیسا ہمارے اس زمانہ میں مغرب نے کیا ہے۔ اور کسی نے اللہ کو نہیں پہچانا اور نہ اس کی صحیح قدر کو پایا ہے جیسا کہ ان لوگوں نے پہچانا اور قدر کی ہے

(بقیہ حاشیہ دیکھو صفحہ ۳۰)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سائنس دانوں نے کی ہے، مگر چونکہ نیچر کی طاقتیں جو مذہبی کلام میں فرشتے کہلاتے ہیں، ان کے زیرنگین ہیں، اس لئے وہ سچے مومن ہیں، اور تمام غلام قومیں کافر ہیں۔ گویا مومن وہ ہے، جو غالب وحکمران ہو، خواہ خدا رسول کو گالیاں دیتا ہو، اور روح سے انکاری ہو۔ پس نیچر کی تسخیر کرو، اور حکومت وتسلّط حاصل کرو۔ اور چونکہ مسلمان قوم سے یہ کام لینا تھا، اس لئے ہر وہ مسلمان جو اللہ اور رسول اور یوم الآخرت پر ایمان لاتا ہے، خواہ دیگر معتقدات میں کتنا ہی غلطی پر کیوں نہ ہو، اس کو ایک واجب الاطاعت امیر کے ماتحت جمع کرو، اور اسے لڑنے مرنے کے لئے طیار کر دو۔ غلبہ حاصل کرو، خواہ کسی طریق سے ہو۔ یہاں بھی درحقیقت مذہب نہیں، سیاست کام کرتی نظر آتی ہے۔ اور یہ تحریکات بھی الہام و وحی، قبولیتِ دعا سے منکر ہو کر دائرۃ المعارف والوں کے چکرّ سے ہوتی ہوئی نطشہ کی راہ سے نازیّت اور فسطائیّت کی طرف جارہی ہیں۔

اُدھر ہندو تحریکات مذہبی روح سے بیگانہ ہو کر سیاسی اقتدار کی خاطر تشدد کے لئے ہتھیار بند ہو رہی ہیں، اِدھر اسلامی تحریکات اس میدان میں اترتی نظر آتی ہیں۔ نتیجہ ظاہر ہے، کہ خون کی ہولی کی طیاریاں، مذہب اور اخلاقیات کے اساسی اصولوں کی فضا میں دھجیاں اڑنا، اور پھر بامس۔

یاد رہے یہ ڈرامہ جو المیہ رنگ اختیار کرتا جارہا ہے، کچھ نیا نہیں۔ یہی حالت اس سے قبل بھی حضرت

بقیہ حاشیہ:۔ اس لئے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ خدا ان کو اجر نہ دے اور ان کی عبادت کا حق دنیا میں نہ دے اور ان پر اپنی نعمت پوری نہ کرے اگر وہ اس کے شکر گذار ہوں۔ اور یہ کس طرح ممکن ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو اللہ پر ایمان لائے ہیں حق کے ساتھ اور انہوں نے نیک اعمال کئے ہیں زمین پر خلیفہ نہ بنائے یقیناً وہ قدر کرنے والا حلیم ہے۔ اکثر فرشتے اس قوم کو سجدہ کرتے ہیں اور بجیلی کا فرشتہ ان کی دن رات خدمت کرتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسیح ناصری علیہ السلام کے زمانہ میں ہو چکی ہے۔ رومن امپائر کی اساس بھی عزم للقوۃ پر تھی اور خدا سے بیگانگی، وحی والہام وقبولیتِ دعا سے ناآشنائی ہی انہیں ظلم وتعدی کی طرف لے گئی تھی۔ حضرت مسیح علیہ السلام پر یہودی اسی لئے ایمان نہ لائے، کہ وہ انہیں رومیوں سے آزاد کرا کے حکومت نہ دلا سکے اور نہ وہ انہیں تلواریں سونت کر میدانِ جنگ میں اترنے کی دعوت دیتے تھے۔ ان کے ساتھ تو دار ورسن کا معاملہ ہؤا۔ مگر جب ایک کذاب، Barcocheba نامی کھڑا ہؤا، تو تمام فقیہی اور فریسی اس سے مل گئے۔ تمام یہودی ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے، اور رومی حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیا۔ لیکن جب یروشلم پر ہل چل گئے، اور یہودی تمام دنیا میں منتشر ہو گئے، تو انہیں اپنی حماقت کا احساس ہؤا، اور پھر وہی عیسائی جن کا وہ مذاق اڑاتے تھے، رومن امپائر کے مالک ہو گئے۔ اور یہودی جو تلوار کے گھمنڈ میں تھے، دربدر مارے مارے پھرتے ہیں۔

اس کا لازمی نتیجہ "یاس" تھا، اور مذہب سے بیزاری۔ چنانچہ یہودی النسل مفکروں کی ذہنیتوں کے اندر ایک انقلاب آیا، اور انہوں نے مذہب کی جڑیں کھوکھلی کرنی شروع کیں۔ کارل مارکس اور سگمنڈ فرائڈ دونوں یہودی النسل تھے اور انہوں نے مذہب کے خلاف علمی وسیاسی تحریکات کی بنیاد رکھی۔

انیسویں صدی کی ہندو مسلم تحریکات میں صرف ایک تحریک ایسی ہے، جو مغربیت کے سامنے نہیں جھکتی، اور خدا کی آواز پر کان دھرتی ہے، اس سے دعا مانگتی اور اس کی قبولیت پر یقین رکھتی ہے۔ خدا پہلے بھی بولتا تھا، اور اب بھی بولتا ہے۔ پہلے بھی دعائیں سنتا تھا اب بھی سُنتا ہے۔ پہلے بھی مذہبی تحریکات کو مادی بے سروسامانی کے باوجود غلبہ دیا کرتا تھا، اب بھی دیگا۔ ہمارا کام ہے، حق و انصاف پر قائم رہنا اور اس کے لئے سب کچھ قربان کرتے جانا۔ یہ ہے وہ مرکزی خصوصیت جو احمدیت کو انیسویں صدی کی تمام تحریکات سے ممتاز کرتی ہے۔ (باقی)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

معرکۂ روح وبدن

تحریک سوشلزم پر ایک نظر

(از ذاکر عجمی)

(۳)

سوشلزم کی تعریف: - اس تاریخی تبصرے کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ سوشلزم کی تعریف کیا ہے۔ اس کی جامع اور مانع تعریف کے متعلق بہت معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ اس کے مخالفوں کا تو کیا ذکر اس کے حامی ایک تعریف پر متفق نہیں ہو سکے۔ یہی وجہ ہے کہ سوشلسٹوں کی باہمی نزاع سے ان میں کئی ایک جماعتیں پیدا ہو گئیں، اور اس تحریک کو شدید نقصان پہونچا اور کسی ایک ملک یا خطہ زمین میں بھی یہ بار آور نہ ہو سکی۔ کسی نے اس کو کامل فلسفہ حیات سمجھا، اور اس کے عمرانی پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا کسی نے اس کو محض معاشی نظریہ خیال کیا، اور اس کے تلئے مناسب سیاسی نظام سے اغماض برتا، اور یہ پنپ نہ سکی۔ اور ایک ایسی بھی جماعت پیدا ہوئی، جس نے اس کو فقط سیاسی بغاوت تک ہی محدود رکھا۔ غرض جتنے مُنہ اتنی باتیں۔ ان لفظی نزاعوں نے بعض اوقات خونین تصادم کی صورت اختیار کر لی، اس کی وجہ یہ ہے، کہ جو نظریہ انسانی حیات کے گوناں گوں پہلوؤں پر محیط ہونے کا مدعی ہو، اس کی ماہیّت کو چند الفاظ یا چند فقرات میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک عمرانی تصوّر ہے۔ اس کے دو پہلو ہیں، ایک سلبی اور ایک ایجابی۔ سلبی سے مراد اس کی پیشرو نظام کے خلاف بغاوت ہے۔ اور ایجابی سے مراد نئے معاشی نظام کی تاسیس ہے۔ ابتداء میں سلبی پہلو بہت نمایاں ہوتا ہے۔ اور دوست دشمن دونوں کی نظریں اسی پر گڑی ہوتی ہیں۔ انسانی فطرت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے، کہ تعمیر سے زیادہ تخریب سے متاثر ہوتی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہے۔ سوشلزم کے مخالفوں نے اس کے سلبی رُخ کو بگاڑ کر اور فساد کے رنگ میں پیش کر کے سماج میں اس کے خلاف ایک رَو چلائی۔ اس رَو کا سدِّ باب کرنے کے لئے حامیانِ سوشلزم نے لامحالہ اسی پہلو پر زور دیا۔ اور قدیم نظام پر شدید نکتہ چینی کی۔ اس کی خامیوں کو بے نقاب کیا۔ اور اس کے زوال کو سماج کی نجات قرار دیا۔ اس طرح اس کے خلاف آتشِ بغاوت کو مشتعل کیا۔ بالفاظ دیگر سوشلزم کے منفی پہلو کو اُجاگر کیا۔ اس کشمکش میں ایجابی اور مثبت پہلو نظروں سے اوجھل رہا۔ سوشلسٹوں میں اختلاف کی وجہ یہ تھی کہ وہ سلبی پروگرام پر متفق نہ ہو سکے۔ بعض اپنی مخالفت کو اخلاقی احتجاج تک محدود رکھنا چاہتے تھے۔ وہ سماج کے مصائب و آلام سے یقیناً متاثر تھے اور غالب اور "زردار" طبقے کی چیرہ دستیوں سے ایک ٹیس محسوس کرتے تھے۔ مگر یہ کافی سمجھتے تھے، کہ غالب طبقے سے انسانیت اور اخلاق کے نام پر اپیل کی جائے، کہ وہ اپنے جور و تعدی سے باز آئیں۔ ایک دوسرا طبقہ بھی تھا جو اس طرزِ عمل کو ناکافی خیال کرتا تھا، وہ اس بات کے حق میں تھا، کہ اپنی صدائے احتجاج کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ اگرچہ یہ لوگ بھی کھلی بغاوت سے محترز تھے، مگر وہ چاہتے تھے، کہ آئینی تحریک سے معاشی خرابیوں کی اصلاح کی جائے۔ حکومت کی قانون ساز مشین پر اثر ڈالکر ایسے قوانین وضع کئے جائیں، جن سے سرمایہ داروں کی قوت زوال پذیر ہو کر بالکل مٹ جائے۔

باوجود اس اختلاف کے یہ تمام اشتراکی معتدل مزاج تھے۔ کیونکہ یہ سیاسی بغاوت اور فوری انقلاب کو نامناسب سمجھتے تھے۔ لیکن ایسے لوگ ۱۸۴۸ء تک پورے زور سے اپنے اپنے رنگ میں سرگرم عمل رہے، اور تالیف و تصنیف سے اپنے خیالات و اعیان کی تبلیغ کرتے رہے۔ لیکن اس کے بعد کارل مارکس اور انگلز منصۂ شہود پر آئے۔ انہوں نے اپنے مشہور عالم "اشتراکی منشور" سے سماج میں انقلابی اور باغیانہ جذبات پیدا کر دیئے۔ یعنی اپنی نوزائیدہ تحریک کے جو کمیونزم کے نام سے معروف ہے، سلبی پہلو کو بغاوت کی صورت دیدی۔ اور اس پر زور دیا کہ محض اپیل اور التجا سے متموّل طبقہ اپنے غلبے اور تفوق سے دستبردار نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے، کہ خود بخود محض اخلاقی پند و نصائح سے تموّل اور ثروت کو خیرباد کہدے، اور زیر دست طبقہ کو مساوات کی سطح پر لے آئے۔ یہ معاشی تحریک اپنی آغوش میں سیاست اور تمدّن کے لئے ہزاروں فتنے لئے ہوئے تھی۔ امتیاز کے طور پر اس کو کمیونزم یا مارکسی اشتراکیت کہتے ہیں۔ لیکن اِن دونوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کو بالشویزم کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ نام زیادہ مروّج ہے۔ کمیونزم کی اصطلاح (اشتمالیت) لغوی لحاظ سے بھی تحریک کے مقاصد اور اغراض کی آئینہ دار ہے، مگر بالشویزم کو ایسی کوئی مناسبت حاصل نہیں، یہ نام محض ایک پارٹی کے نام کی وجہ سے مشہور ہوگیا ہے۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے آغاز میں "لینن" نے مارکس کے نظریئے کو عملی جامہ پہنانے کی مجاہدانہ کوشش کی۔ دراصل روس میں ایک پارٹی پیدا ہوگئی تھی، جو زآر کے انسانیت سوز نظام کو مٹا کر اشتراکی نظام قائم کرنا چاہتی تھی۔ اس پارٹی کا نام ڈیموکریٹک (Democratic) پارٹی تھا۔ اس کے سالانہ اجلاس کبھی لنڈن کبھی پیرس اور کبھی برلن میں ہوتے تھے۔ لیکن ۱۹۰۳ء میں برسلز میں سالانہ اجلاس ہؤا۔ اس میں طریقِ کار پر سخت اختلاف ہؤا۔ اور پارٹی کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ایک وہ جو انقلاب اور خونریزی کو بُرا خیال کرتے تھے۔ یہ لوگ تعداد میں کم تھے۔ یہ منشویک (Menshevik) کہلانے لگے۔ منشویک رُوسی لفظ ہے، جس کے معنی اقلیت کے ہیں۔ دوسری پارٹی جو انقلاب اور خونریزی کے حق میں تھی، وہ بالشویک (Bolshevik) کے نام سے موسوم ہوگئی۔ یہ لوگ تعداد میں زیادہ تھے۔ اور بالشویک کے لفظی معنے بھی اکثریت کے ہیں اور ان کا لیڈر لینن تھا۔ اور چونکہ بالشویک پارٹی کے لائحہ عمل کو مارکس کے نظریہ سے کامل اتفاق تھا۔ اور چونکہ لینن نے ہی ۲۴ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو روس میں مستقل انقلاب برپا کیا، اور منشویکوں کے لیڈر "کرنسکی" کو بھاگنا پڑا، اس واسطے لینن اور اس کے رفقاءِ کار کارل مارکس اور انگلز کے جانشین سمجھے جاتے ہیں۔ اور ان کی پارٹی کے نام سے کمیونزم (اشتمالیت) بالشویزم بھی کہلانے لگ گئی ہے۔

اگرچہ سوشلزم (اشتراکیت) کو کمیونزم اور بالشویزم کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ اور ان کے معنوی اختلاف کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔ مگر فکری اور عملی لحاظ سے ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ اس کو مَیں آگے چلکر واضح کرونگا۔ مگر اس موقعہ پر اتنا کہدینا کافی ہوگا، کہ تاریخ عمرانیات میں کارل مارکس سے پہلے سوشلزم (اشتراکیت) کا دَور تھا۔ جبکہ سرمایہ داری کے خلاف جذبات نفرت پیدا ہوچکے تھے۔ اس کے علمبرداروں کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ انہوں نے اپنے رنگ میں کارل مارکس اور انگلز کے لئے زمین

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طیار کی۔ ان کی تحریک سے قلب ودماغ کی خوب کلیہ رانی ہوگئی تھی۔ اور جب کارل مارکس سٹیج پر آیا، وہ تخم ریزی کا وقت تھا۔ یہی وجہ ہے، کہ ۱۸۴۸ء میں اس کی آواز کا اُٹھنا تھا، کہ چارسُو آگ لگ گئی۔ اس سے پہلے کمیونزم کا برومند ہونا ناممکنات میں سے تھا۔ کیونکہ جب تحریک سوشلزم کا آغاز ہوا، اس وقت سرمایہ داری کا نظام پورے عروج پر نہیں پہونچا تھا۔ نئی میکنکی ایجادیں ابھی ہورہی تھیں اور کارخانے قائم ہورہے تھے۔ اور مزدور جماعت کی شکل اختیار کررہے تھے۔ لیکن سرمایہ داری نے اپنے پر پُرزے نہیں نکھوے تھے۔ اور مزدوروں میں بھی پورا شعور پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس واسطے ان حالات میں انقلابی خیالات کے پرچار کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ اور نہ کوئی ایسی ہنگامہ خیز تحریک کامیاب ہوسکتی تھی۔

سوشلزم کی پانچ خصوصیّات:۔ سوشلزم (اشتراکیت) کوئی فلسفیانہ تصوّرِ حیات نہیں۔ اور نہ کوئی مستقل نظامِ فکر ہے۔ اس کے حامی سماج کی خاص رنگ میں تعمیر وتشکیل چاہتے تھے۔ مگر ان کا لائحہ عمل بہت غیر مؤثر تھا۔ کیونکہ ولولہ انگیز نہ تھا۔ اس میں واعظانہ رنگ تھا۔ اور عوام جو کسی ہمہ گیر تحریک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں، پہلے سے ہی کلیسا کے پند ونصائح سے خوب سیر ہوچکے تھے۔ کیونکہ اربابِ کلیساء خود معاشی استحصال اور امراء کے سلب ونہب کے مؤید تھے۔ اور اپنے اثر ورسُوخ کو محض اس بات میں صرف کرتے تھے، کہ ستم رسیدہ لوگ اپنے افلاس سے مانوس رہیں، اور اپنی فاقہ مستیوں میں روحانی انبساط محسوس کریں۔ ان حالات میں معاشی مصلحین کا وجود بہت امید افزا ثابت نہ ہُوا۔ تاہم ان کی اشتراکی تحریک کی بعض خصوصیات ہیں، جو کارل مارکس کی انقلابی اشتراکیت سے پہلے اس کی طغرائے امتیاز تھیں۔

پہلی خصوصیّت:۔ اس کی پہلی خصوصیّت یہ ہے، کہ یہ ملّی مفاد کو انفرادی مفاد پر فائق سمجھتی ہے۔ اشتراکی مصلحین اس بات کا پرچار کرتے تھے، کہ خود غرضی سماج کے مفاد کو نقصان پہونچاتی ہے۔ اور ملّی وحدت کو رقابت میں بدل دیتی ہے۔ کیونکہ فرد اسی صورت میں سماج کا مفید رُکن ہوسکتا ہے، جب اس کے اعمال سماجی ترقی پر اثر انداز نہ ہورہے ہوں، اور اس کی ترقی سے سماج میں انحطاط اور تنزّل واقعہ نہ ہورہا ہو۔ چونکہ سرمایہ دارانہ نظام ملّی یگانگت پیدا کرنیکے بجائے سماج کو دو مخالف گروہوں میں تقسیم کردیتا ہے۔ اور ان میں بالادست طبقہ اسی میں اپنا دوام اور قیام سمجھتا ہے، کہ دوسرا طبقہ اس کا دست نگر رہے۔ اس واسطے ایسا نظام سماج

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے لئے سراسر خطرناک ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے، کہ حکومت معاشی وسائل پر قابض ہو جائے، اور سماج کے افراد میں توازن قائم رکھے۔ افلاطون کو سوشلسٹ کہا جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی سوشلزم غیر اقتصادی تھی۔ اور اس کے معاشی فلسفے کا اساسی اصول یہ تھا، کہ حکومت کو کلی اختیارات حاصل ہوں، اور افراد ایک خاص ضابطے کے ماتحت رہیں، اور ایک دوسرے کے مزاحم نہ ہوں۔ بلکہ اخوت و مؤدت، شفقت اور امداد باہمی کے رشتے میں منسلک رہیں۔ سیاسی نقطۂ نگاہ سے اشتراکیت کا یہ اصول ریاستی غلبے کا اصول ہے۔ اس کی تخلیق افلاطون نے کی۔ رُوسو نے اس کا احیاء کیا۔ اور فِشتے اور ہیگل نے اس کو فلسفے کے پیرہن میں دُنیا کے سامنے پیش کیا اور جرمنی میں ٹرٹشک اور برن ہارڈی نے اس کو سیاسیاتِ عالم میں نافذ کیا۔ لیکن نظری اور عملی لحاظ سے اس اصول میں بہت سُقم ہیں۔ حکومت جب تمام شعبۂ حیات پر مسلّط ہو جائے، تو فرد محض ایک کل پُرزہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ اس کی ذہنی اور دماغی ترقی رُک جاتی ہے، اور گفتار و کردار کی آزادی بالکل مٹ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ "ملّی حکومت" محض تصوّر ہی تصوّر رہ جاتا ہے، اور عملاً ایک خاص جماعت سوشل سٹیٹ کے لباس میں تمام سماج پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اور دوسری جماعتوں کو ضعیف کرتی چلی جاتی ہے۔ اور اگر ان جماعتوں میں بیداری پیدا ہو جائے تو پھر پیکار اور کشمکش کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، جس کا انسداد سوشلزم کا مقصدِ وحید ہے۔ اس سے صاف عیاں ہے، کہ سوشلزم خود اپنے عمل سے "ملّی وحدت" کو انتشار اور تصادم میں بدل دیتی ہے۔

دوسری خصوصیت:۔ سوشلزم کی دوسری خصوصیت یہ ہے، کہ یہ سماج میں معاشی مساوات پیدا کرنے کی تحریک ہے۔ یہ اس کا اخلاقی پہلو ہے، اور مفلوک الحال لوگوں کے لئے یہ بہت جاذبِ توجہ ہے۔ اور خود تحریک کی بُنیاد یہ ہے، سرمایہ داری میں انفرادیت ہوتی ہے۔ ہر فرد اپنے اعمال و افکار میں آزاد ہوتا ہے۔ اور سماج میں ایک قسم کی روحِ مسابقت کارفرما ہوتی ہے اسی بناء پر ایک خاص طبقہ زندگی کی دوڑ میں آگے نکل جاتا ہے اور دوسرا طبقہ پیچھے رہ جاتا ہے۔ لیکن سوشلزم کے علمبردار چاہتے ہیں، کہ یہ کیفیت پیدا نہ ہو۔ یعنی تمام افراد کے لئے وسائل زندگی مساوی ہوں۔ افراط و تفریط نہ رہے۔ اور اُجرتی غلامی مٹ جائے۔ بندہ و آقا اور آجر و ماجور کی انسانیت سوز تمیز کا خاتمہ کر دیا جائے۔ کیونکہ جب تک یہ حالت پیدا نہ ہو، سوسائٹی کے حالات خوشگوار نہیں ہو سکتے، اور تنافر و تقابل کا سماں قائم رہتا ہے۔ اور جن جن ممالک میں انفرادیت زوروں پر ہے، وہاں سوسائٹی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اقتصادی حالت میں شدید تفاوت نظر آتا ہے، اور یہی وجہ ہے، کہ کچھ کچھ وقفوں کے بعد کارخانہ داروں اور مزدوروں کے تصادم سے سوسائٹی کا امن برباد ہوتا رہتا ہے، جس سے سیاست اور اقتصاد کو بھی صدمہ پہونچتا ہے، اور بعض اوقات یہ جنگ اتنا طول کھینچتی ہے کہ تمام کاروبار زندگی جامد اور ساکن ہو جاتے ہیں۔ انگلستان میں ۱۹۲۶ء میں مزدوروں نے ہڑتال عمومی (General Strike) کردی، اور تمام ملک کی تجارت نزع کی حالت میں مبتلا ہو گئی، اور حکومت نے بصد دقت سینکڑوں جتن کئے اور اس امن شکن اور لرزہ خیز سانحہ کا خاتمہ کیا۔ جہاں اور جس جگہ دولت کی تقسیم غیر منصفانہ ہو، وہاں نہ صرف معاشی ضیق کا عالم ہوگا، بلکہ سیاست اور حکومت بھی اخلاقی رواداری سے عاری ہو گی اور قانون قہاری کی طرف مائل ہوگا، تاکہ اقتصادی ناہمواری کے عواقب کو جبرًا دبا دیا جائے، اور ارباب ثروت و اختیار کے دبدبے اور تفوّق کو قائم رکھا جائے۔ جب قانون میں ایسا میلان پیدا ہو جائے گا، ملک کی ذہنی اور علمی ترقی رک جائے گی، اور ملک کا مقتدر طبقہ تعلیم کو بھی ایسے سانچوں میں ڈھال لیگا، جس سے مرعوب ذہنیت کے لوگ پیدا ہوں، اور نظامِ حاضرہ کے خلاف اپنے جی میں کوئی دکھ محسوس نہ کرتے ہوں جب علمی انحطاط کا یہ عالم ہو، مذہبی ادارے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اگر مذہبی رہنماء موجودہ نظامِ سماج کے خلاف آواز اٹھائیں، تو وہ بھی قانون کی لپیٹ میں آجاتے ہیں، اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے، اور غالب طبقے کے ہمنوا اور ثنا خواں ہو جاتے ہیں، تو سماج کی حالت دگرگوں ہو جاتی ہے۔

الغرض بے رحم سرمایہ داری کے یہ "ثمرات" ہیں۔ اشتراکی رہنما ان حالات کو بدلنا چاہتے ہیں۔ ان کا مقصد بے شک بہت بلند ہے، اور اس سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا، مگر ان کی تحریک کا نقطۂ آغاز جذبۂ نفرت ہے۔ وہ یہ نہیں کرتے، کہ رؤساء اور شرفاء کی اصلاح کریں، ان کے نظریۂ حیات کو بدلیں، یا گرے ہوئے طبقہ کو اٹھائیں بلکہ وہ بڑھے ہوئے طبقہ کو گرانا چاہتے ہیں۔ تاکہ املاک و جائیداد میں ہمواری پیدا ہو جائے۔ اس سے ملک میں فتنہ و فساد کی آگ لگ جاتی ہے۔ پہلے پہل ہڑتالیں ہوتی ہیں۔ پھر یہی طریقہ کار ترقی پذیر ہو کر بغاوت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ دراصل اشتراکیت کا دامن منظم فکر و عمل سے خالی ہے۔ اس کے رہنما نہ تو اپنے پاس کوئی ایسا پروگرام رکھتے ہیں، جس کی نشر و اشاعت سے بالادست طبقے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی اصلاح ہو، اور وہ اپنے معاشی روش ومسلک کو بدلنے پر راضی ہو جائیں۔ اور ایک تندرست نظام پیدا ہو جائے۔ اور نہ مزدور کو متمرّد اور باغی بنانا ان کے نصب العین کا جزو ہے۔ کیونکہ جن رہنمایانِ اشتراکیت یعنی سین سائمن، فوریر اور رابرٹ اوون کا ذکر ہو چکا ہے، وہ ہرگز اس بات کے حق میں نہ تھے، کہ مزدور عَلم بغاوت بلند کریں، اور کارخانوں کو میدانِ جنگ بناویں۔ ان کی تجاویزِ اصلاح کا مقصد یہ تھا، کہ بغیر کسی ہنگامہ آرائی کے مزدور کو حق آسائش مل جائے۔ مگر فکری اور عملی نقائص کی وجہ سے ان کا لائحہ عمل یعنی تحریک اشتراکیت پروان نہ چڑھ سکی۔ فکری اور نظری خامیوں کا پردہ اس طرح چاک ہوا، کہ ان کو قبولیت نہ ہوئی، اور ان کے معترضین نے ان کو پنپنے نہ دیا۔ اور سب سے زیادہ مُہلک نقص یہ تھا، کہ اشتراکیت کا پروگرام یا تو سرے سے مفقود تھا، یا اتنا ادھورا اور غیر جاذب تھا، کہ مزدور دل کی جماعت بندی نہ کر سکا۔ ان کو یہ تو کہدیا کہ تم کو سرفراز وسربلند کیا جائے گا، اور کارخانہ داروں کو جاہ وحشمت سے دستبردار ہونا پڑے گا، لیکن یہ بتانے سے قاصر رہے، کہ یہ عمل میں کس طرح آئیگا۔ یہی وجہ ہے، کہ مساوات کی لفظی تبلیغ سے جو شعور اور بیداری پیدا ہوئی اس سے کارل مارکس اور انگلز نے فائدہ اٹھایا، اور اشتراکیت کے میلانات میں انقلاب کی چنگاریاں بھر دیں۔ لوگ پہلے سے سرمایہ داروں سے کبیدہ خاطر ہو چکے تھے اور اشتراکیت کے مکتبوں میں درس مساوات بھی حاصل کر چکے تھے۔ لیکن ان کے روح کا اضطراب عمل کے لئے تشنہ تھا۔ اور جب انقلاب کی آواز اُٹھی، مزدور نتائج سے بے خبر ہو کر اور محض اپنی تشنگی کا مداوا کرنے کے لئے اس آواز کے پیچھے ہو لئے۔

تیسری خصوصیّت:۔ سوشلزم کی تیسری خصوصیّت یہ ہے، کہ اپنے پیشرو سرمایہ داری کے نظام کو منسوخ کرنا چاہتی ہے، کیونکہ ان دونوں کے اصولِ حیات ایک دوسرے کے ضد ہیں۔ سرمایہ داری کو مٹانا اس تحریک کا معاشی پہلو ہے، اور میرے خیال میں یہ بہت اہم پہلو ہے کیونکہ جب تک کیپٹیلزم قائم ہے، اور اس کے اصول کارفرما ہیں، سوشلزم کی کوئی صورت بھی وجود میں نہیں آسکتی۔ سوشلزم اس نعرۂ جنگ سے شروع ہوتی ہے، کہ "سرمایہ" سماجی سرقہ ہے۔ اور سرمایہ دار ڈاکو اور قزاق ہیں جس نے اپنے عملِ غصب سے سماج کے کثیر حصّے کو ضعیف وناتوان کر دیا ہے، اور اپنے لئے قارون کے خزانے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جمع کر لئے ہیں، اور اپنی قزاقی کو قانون و سیاست کی مدد سے جائز قرار دے لیا ہے۔ اور اس کا آغاز اس خیال سے ہوتا ہے، کہ نجی ملکیت اور حصولِ دولت میں ملک کا قانون مخل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کا فرض ہے کہ کسبِ معاش کی انفرادی کوششوں کا محافظ و نگران ہو۔ اور جو قوت ان میں حارج اور مزاحم ہو، اس کو کچل دے۔ سرمایہ داروں کے نزدیک آزادانہ روزی کمانا اور ضرورت سے زیادہ کسبِ زر سے زراندوزی کرنا ایک جائز اقتصادی فعل ہے۔ چاہے اس کے نتیجے میں سوسائٹی کا بیشتر حصہ افلاس کا شکار ہو جائے۔ وہ اس بات سے نہیں گھبراتے، کہ مفلوک الحال لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے اور روزافزوں بے روزگاری سے ملک کا امن مخدوش ہو رہا ہے، اور ملک میں امراض اور وباؤں نے ڈیرا ڈال دیا ہے۔ ان کے بنائے ہوئے قانون میں کوئی ردِّ عمل نہیں پیدا ہوتا۔ ان کی حکومت اس کے لئے خاطر خواہ چارہ جوئی کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتی۔ مگر جب مفلس و بے حال طبقہ حقِ آسائشِ زندگی کے لئے مطالبہ کرے اور اپنے خونِ حیات کے چوسے جانے کے خلاف احتجاج کرے تو سرمایہ داروں کا قانون اپنی تمام قہرمانی طاقتوں کے ساتھ اس بغاوت کی سرکوبی کے لئے طیار ہو جاتا ہے۔ سوشلزم کے علمبردار سرے سے اس بات کے شدید مخالف ہیں، کہ کسی کو نجی املاک پیدا کرنے کا حق حاصل ہو، وہ اس کو سماجی قزاقی کا نقطۂ آغاز خیال کرتے ہیں، اور اپنے پہلے حملے سے اس اصول کو مٹا دینا چاہتے ہیں، اور اس کی بجائے تمام وسائل حیات اور ان کی پیداوار اور تبادلہ کو حکومت کے سپرد کرنا چاہتے ہیں۔ اس تحریک کی زد براہِ راست سرمایہ داروں پر پڑتی ہے۔ ان سے جبراً ان کے املاک چھین لئے جاتے ہیں، ملک کی صنعت و حرفت اور تجارت کی مالک ملک کی حکومت ہوتی ہے۔ بنک، ڈاکخانے، ریلوے، تار گھر اور تمام وہ ادارے جن پر ملک کی معاشی اور سیاسی زندگی کا دار و مدار ہے، حکومت کے قبضے میں دیدیئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد حکومت ہی سرمایہ کی واحد مالک ہوتی ہے، اور ملک میں مالک اور مزدور کا کوئی امتیاز نہیں رہتا۔ ہر ایک فرد مجبور ہوتا ہے، کہ وہ اپنی اہمیت و استعداد کے مطابق کام کرے، اور اپنے کام کا معاوضہ حکومت سے حاصل کرے۔ یہ معاوضہ ٹکٹوں کی صورت میں دیا جا سکتا ہے جن کو دکھا کر حکومت کی قائم کی ہوئی دکانوں سے ضروریاتِ زندگی حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اور اگر حکومت چاہے، تو معاوضہ سکّوں کی صورت میں بھی دے سکتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

چونکہ کوئی کاروبار انفرادی صورت میں نہیں چلایا جا سکتا، اور چونکہ معاوضہ فقط ضروریاتِ زندگی کا کفیل ہوتا ہے، اس واسطے نہ یہ خطرہ ہو سکتا ہے، کہ کوئی فرد پس انداز کر سکے گا، اور نہ یہ کھٹکا باقی رہتا ہے، کہ کوئی شخص اپنا ذاتی کاروبار چلا سکے گا۔ ملک کے تمام باشندے حکومت کی وسیع مشین کے پُرزے ہوتے ہیں، اور اپنا اپنا مفوضہ کام سرانجام دیتے ہیں، تصادم و پیکار کی بجائے تعاون و تعامل ہوتا ہے۔

ایک ملک گیر اقتصادی تعاون کی تصویر الفاظ میں کھینچ دینا تو آسان ہے، مگر اس کو عملی جامہ پہنانا جان جوکھوں کا کام ہے۔ اس راہ میں سوشلسٹ رہنماؤں نے بڑی کوشش کی ہے۔ مگر معاشی فلاح کی "جوئے شیر" ہنوز نظروں سے اوجھل ہے۔ اشتراکیت کا سرمایہ داروں کو بے دخل کرنا ہمیشہ محلِ نظر رہا ہے' اور رہیگا۔ کارل مارکس کے لائحہ عمل کی اشاعت سے پہلے اس کے اشتراکی پیشرو کسی ایک طرزِ عمل پر متفق نہ ہو سکے۔ بعض ان میں سے ایسے معتدل مزاج اور امن پسند تھے کہ وہ سرمایہ داروں سے اپیل کرنا کافی سمجھتے تھے' اور خیال کر لیتے تھے، کہ سرمایہ دار خود بخود اپنے املاک و مقبوضات سے دستبردار ہو جائینگے فوریر (Fourier) کے متعلق تاریخ میں مذکور ہے، کہ وہ روز گھر میں بیٹھ جایا کرتا اور ایک گھنٹہ انتظار کرتا رہتا، کہ کوئی نامعلوم بنی نوع انسان کا ہمدرد سرمایہ دار اس کے پاس آ کر اس کو اپنا تمام مال و متاع سپرد کر جائے گا، تاکہ وہ اپنی معاشی اصلاح کے اصول کے مطابق (امداد باہمی) کے گروپ (Phalanx) قائم کر دے۔ یہ اور ایسے ہی دوسرے معاشی مصلحین خیالات کی دنیا میں بستے تھے۔ ان سے سماج کو فلاح کی کوئی توقع نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن ایک دوسرا طبقہ تھا، جو اس بات کے حق میں تھا، کہ سرمایہ داروں سے ان کا سارا اندوختہ چھین لیا جائے۔ کیونکہ یہ مال مسروقہ ہے، اور سماج سے چرایا ہوا ہے، اس کو واگذار کر کے سماج کو دیدیا جائے۔ چونکہ اس سے بدامنی اور شورش کا اندیشہ تھا، اس واسطے ان میں سے بعض کی یہ تجویز تھی، کہ سرمایہ داروں کو کچھ بطور تلافی دیا جائے۔ تاکہ یہ لوگ اشتراکیت کے خلاف بغاوت نہ کر سکیں، یا کم از کم اخلاقیات سے اپیل نہ کر سکیں، کہ ان کے چھینے ہوئے اموال کے بدلے ان کو بسر اوقات کے لئے بھی کچھ نہیں ملا۔ یہ تجویز گو بظاہر بہت امن پرور معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں اشتراکیت کے اصول اساسی سے انحراف کے مرادف تھی۔ جب سرمایہ مال مسروقہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جب سرمایہ دار سماجی ڈاکو ہے، تو اس سے اس کا مال چھیننا اور پھر اس کو کچھ دینا اس بات کا ثبوت ہے، کہ اشتراکی یا تو سرمایہ کو بالکل سرقہ نہیں سمجھتے، اور اگر سمجھتے ہیں، تو سارق کو "مالِ مسروقہ" کے کچھ حصہ کا حقدار ضرور خیال کرتے ہیں۔ یہ دونوں صورتیں بے اصولے پن پر مبنی ہیں۔ اس پر ایک اور اعتراض بھی پڑتا ہے، وہ یہ کہ سرمایہ داروں سے ان کے اموال چھین کر قومی خزانہ قائم کرنا اور پھر اس خزانے سے ان کو حصہ رسدی دینے کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ یہ خزانہ کم ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ مشکل بھی درپیش ہوگی کہ کتنا چھین کر کتنا واپس دیا جائے۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ اصول کہ سرمایہ داروں سے چھین کر کچھ ان کو بھی دیا جائے یا ان کے کاروبار کو خرید لیا جائے، بالکل ناقابلِ عمل ہے۔

اب دوسری صورت یہ ہے، کہ سرمایہ داروں سے ان کے اموال قانون کی تعزیری طاقت سے چھین لیئے جائیں، اور ان سے حکومت تمام معاشی کاروبار خود چلائے۔ لیکن یہ اسی وقت ہو سکتا ہے، جب ملک میں انقلاب رُونما ہو جائے، جیسا روس میں ہؤا، اور اس کے نتیجہ میں تمام صاحبِ املاک اپنے اموال سے محروم کر دیئے جائیں، اور ان کو مجبور کر دیا جائے، کہ وہ دوسروں کی طرح کام اور محنت سے اپنی معاش کمائیں۔ اور جو اجرت حکومت نے مقرر کی ہے، اس پر قانع ہو جائیں۔ لیکن انقلاب سوشلزم کے اصول کے خلاف ہے۔ اس سے میری مراد وہ سوشلزم ہے جو کارل مارکس سے پہلے تھی اور اس وقت بھی ایسے سوشلسٹ موجود ہیں، جو کارل مارکس کے نصب العین سے تو متفق ہیں، مگر اس کے اصولِ کار کے مخالف ہیں۔ یعنی وہ انقلاب برپا کرنے کے حق میں نہیں ہیں، وہ چاہتے ہیں، کہ قانون کے نشتر سے سرمایہ داری پر عمل جرّاحی کی جائے۔ مگر تاریخ اس بات کی شاہد ناطق ہے، کہ قانون کا دائرۂ عمل محدود ہے، وہ صرف کلیدی قسم کی صنعت و حرفت کو سرمایہ داروں کے اقتدار سے آزاد کرا سکتا ہے۔ اور وہ بھی تدریجی رنگ میں۔ مگر اس قسم کا ہمہ گیر اشتراکی نظام پیدا نہیں کر سکتا، جو اشتراکیوں کا مطمح نظر ہے۔ الغرض اشتراکیت (جو کارل مارکس کے اصولِ کار سے متفق نہیں) کے نصب العین اور لائحۂ عمل میں تضاد ہے۔ وہ انقلاب کو ناپسند کرتی ہے، مگر سماج کی تشکیل اس طور سے کرنا چاہتی ہے، جو انقلاب کی مقتضی ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ سوشلسٹ کسی جگہ بھی باوجود قانونی اقتدار کے کامیاب نہیں ہوئے جنگِ عظیم کے بعد ان کو جرمنی اور اٹلی میں کافی غلبہ نصیب ہؤا، مگر وہ کوئی نظام معاش بروئے کار نہ لا سکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اگر یہ کامیاب ہوجاتے، تو آج نازی ازم اور فاشزم کی تحریکیں پیدا نہ ہوتیں۔ معاشی مورخوں کا پختہ خیال ہے، کہ مسولینی اور ہٹلر کا عروج سوشلسٹوں کی ناکامی میں مضمر ہے، اور یہ اس واسطے بے نیل مرام رہے کہ ان کے آئیڈیل انکے عمل سے ہم آہنگ نہ تھے، انگلستان میں بھی یہ لوگ ناکام رہے اور ناکام چلے جاتے ہیں۔ انکے سرخیل رامزے میکڈانلڈ کا قول ہے، کہ سوشلزم سرمایہ داروں کے اموال واملاک غصب کرنیسے قائم نہ ہوسکیگی۔ ۱۹۳۵ء میں سوشلزم کے حامیوں کی ایک تحقیقاتی کمیٹی بیٹھی، اور وہ بڑے غور وخوض کے بعد اس نتیجہ پر پہونچی، کہ جبری قبضہ انجام کار مضر ثابت ہوگا۔ اس سے اصول عدل وانصاف کا خون ہوگا۔ کیونکہ کسی سرمایہ دار سے زیادہ اور کسی سے کم مال چھینا جائیگا، اور جس سے زیادہ چھینا جائیگا، وہ یقیناً دوسرے کے مقابلے میں مظلوم محسوس کریگا۔ اس کے علاوہ ملک کا اقتصادی نظام درہم برہم ہوجائیگا اور معاشی ابتری پھیل جائیگی، اور سوشلزم کی مخالف قوتیں زیادہ طاقتور ہوکر اشتراکی پروگرام کو تباہ کردیں گی۔

چوتھی خصوصیت:۔ سوشلزم کی چوتھی خصوصیت یہ ہے، کہ یہ مالکان اراضیات کو بھی اپنے مقبوضات سے محروم کرنا چاہتی ہے۔ یہ خصوصیت اس نظریئے پر مبنی ہے، کہ زمین خدا کی ہے، اس کے بنانے میں اس کے مالک کا کوئی حصہ نہیں، نہ اسکی محنت اس میں صرف ہوئی ہے، نہ اس کا سرمایہ۔ یہ خدا کی طرف سے بنی نوع انسان کو بطور بخشش کے عطا ہوئی ہے اس واسطے یہ تمام انسانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ یہ رہزنی ہوگی، کہ ایک انسان اپنی قوت و طاقت سے کسی خطۂ زمین کا مالک بن جائے، اور دوسرے انسان اسکے اجرت دار ہوکر اسکا کام کریں، اور جب وہ چاہے انکو نکالکر دوسروں کو اپنا ملازم رکھ لے۔ اور اسی طرح اس رئیس کے مرنے کے بعد اسکی اولاد اس کی زمینوں کی مالک ہوجائے اور دوسرے لوگ بطور کارندے کام کریں۔ اور اسکی پیداوار کا واحد مالک وہ خود ہو اور اپنی مرضی سے جتنا اپنے کام کرنیوالوں کو دینا چاہے دے۔ اور محنت کشوں کو اجرت کی مقدار میں کلام نہ ہو۔ اشتراکیت کے اصولوں کے مطابق یہ نظام وحشیانہ اور انسانیت سوز ہے۔ کیونکہ حقیقی طور پر کوئی انسان ایک انچ زمین کا بھی مالک نہیں ہوسکتا۔ اور جو آجکل قابض نظر آتے ہیں، اور زرعی رئیس کہلاتے ہیں، وہ ڈاکو اور سارق ہیں۔ اسواسطے انکو بے دخل کرنا اشتراکی تحریک کا مدعا ومنتہا ہے۔ اور یہ تحریک بار آور نہیں ہوسکتی، جب تک دیہات میں یہ حال ہو کہ ایک انسان سینکڑوں ہزاروں انسانوں کی معاش پر قابض ہو، اور انکی حالت کارخانہ کے مزدوروں سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی بدتر ہو۔ لیکن یہ تعجب خیز ہے، کہ اشتراکیت کو اس میدان میں ناکامی ہوئی ہے صنعتی شہروں میں تو مزدوروں کی انجمنیں قائم ہیں، اور وہ تحریک کے لئے بطور ریڑھ کے ہیں مگر دیہات میں کسانوں اور کاشتکاروں کی کوئی ایسی انجمن نہیں بن سکی۔ اور دیہات اشتراکی دستبرد سے محفوظ چلے آتے ہیں۔ بلکہ خود اشتراکی رہنماؤں نے یہ صورت حال دیکھکر اپنی پالیسی کی ترمیم کر لی ہے۔ اور ذاتی ملکیت کے اصول کو منسوخ نہیں کیا۔ صرف اتنا کیا کہ بڑے بڑے رؤسا کی زرعی جائدادوں کو چھین کر چھوٹے چھوٹے کاشتکاروں میں تقسیم کر دیا جائے۔ اور انکو مالکانہ حقوق تفویض کر کے ان سے صرف ٹیکس کے طور پر کچھ حصہ پیداوار وصول کیا جائے۔ ۱۸-۱۹۱۷ء میں روس میں بالشویک انقلاب ہوا۔ کارخانوں کو ضبط کر لیا گیا۔ شہروں میں ذاتی جائداد کے قانون کو منسوخ کر دیا۔ مگر دیہات میں بڑی بڑی اسٹیٹوں کو چھین کر چھوٹے کاشتکاروں میں بانٹ دیا۔ اس کا مطلب یہ ہے، کہ اشتراکیت کے اصول شہروں میں تو نافذ کئے جاتے ہیں۔ مگر دیہات میں جہاں استحصال بلکم ظالمانہ نہیں ہوتا، ان اصولوں کا اطلاق ادھورا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا بجا ہوگا، کہ حق ملکیت کو قانونی سند دیکر اشتراکیت شکست کا اعتراف کر لیتی ہے۔ اس بے ربطی سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ (۱) اشتراکیت کا بنیادی اصول کہ ملکیت کا حق صرف حکومت کو حاصل ہے، ایک ناقابلِ عمل ہے۔ اس کا دائرہ عمل صنعتی شہر ہیں۔ دیہات میں اس کا نفاذ نہیں ہو سکتا۔ (۲) جہاں مخالفت کا خطرہ نہ ہو، یا کم ہو، وہاں اشتراکی اصول عمل میں لائے جاتے ہیں۔ اور جہاں مخالفت کا اندیشہ ہو، اور جن پر ان کی زد پڑ رہی ہے، وہ قانونی گرفت سے محفوظ رہ سکتے ہوں، وہاں ان پر خطِ تنسیخ کھینچ دیا جاتا ہے۔ (۳) اشتراکی چھوٹے مالکانِ اراضی کو وعدۂ عافیت دیکر اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں، تا کہ ان کی مدد سے بڑے بڑے مالکوں کے املاک پر دھاوا بولا جا سکے۔

پانچویں خصوصیت:۔ اشتراکی تحریک کی پانچویں خصوصیت یہ ہے، کہ یہ سماج کے کاروبار میں مقابلے کی روح کو نابود کرنا چاہتی ہے۔ سرمایہ داری کا امتیازی نشان مقابلہ اور مسابقت ہے۔ ایک کارخانہ دار دوسرے کارخانہ دار سے نبرد آزما ہو رہا ہے۔ مزدور آپس میں ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ ان سب سے زیادہ خونچکاں مقابلہ محنت اور سرمایہ کی آویزش ہے۔ جس سے ملک کا امن خطرے میں رہتا ہے۔ اور مزدوروں کی انجمنوں پر قانون کا تازیانہ لہراتا رہتا ہے۔ باوجود تعزیرات کی ہمہ گیری کے اقتصادی جھگڑے مہیب صورت اختیار کر لیتے ہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کی وجہ یہ ہے، کہ سرمایہ دارانہ نظام کے مزاج میں پیکار اور تصادم کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے، اور اس سے سماجی فتنے آئے دن پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اشتراکیت وسائل حیات کی مشترکہ پیداوار سے اور حق ملکیت کے غصب سے اور قانونِ میراث کی تنسیخ سے سوسائٹی میں توازن و توافق پیدا کرنا چاہتی ہے۔ جب تمام باشندگانِ ملک حکومت کے اجرت دار ہیں، اور ان کی اجرت کی مقدار ان کے کام کی مقدار کے ساتھ وابستہ ہے، اور حکومت مجبور ہے، کہ ہر بالغ سے کام لے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا، کہ مقابلے کی روح افسردہ ہو جائے گی۔ بادی النظر میں یہ اصول بہت دلآویز نظر آتا ہے، اور سرسری نظر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے، کہ اشتراکیت کا مقصد عالمگیر اخوت کا قیام ہے۔ بے شک اس کا مقصد یہی ہے۔ وہ رُوح مسابقت کو مٹا کر روح تعامل پیدا کرنا چاہتی ہے۔ مگر اس اصول کے اطلاق میں افراط کی صورت پیدا ہوجاتی ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ تمام سماج پر مُردنی چھا جاتی ہے۔ تمام ہنگامے سرد پڑ جاتے ہیں، اور کاہلی اور سہل انگاری پیدا ہو جاتی ہے۔ ذہنی اور دماغی ترقیات کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اور کارخانجات کے منتظمین اپنے کام میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں کرتے، اور کام میں تنزل کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور انجام کار ملک کی اقتصادی حالت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اقتصادی خوشحالی کے مٹنے سے اشتراکیت ہی مٹ جاتی ہے۔ (باقی)

خالص شہد کستوری۔ زعفران اور سلاجیت منگانے کا پتہ:۔

چوہدری عبدالحلیم معرفت حضرت مولوی شیر علی صاحب قادیان۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اَلْجِہَادُ فِی الْاِسْلَامِ

(از جناب شیخ محمد احمد صاحب مظہرؔ ایڈووکیٹ کپورتھلہ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

بُوالعجب دیوانہ و وارفتہ ام ؛ من کجا بودم کجا ہا رفتہ ام
سُوئے منزل باز مے پیچم عناں ؛ جادہ ہموار است و شوقم بیکراں
سار بانا حالیا آہستہ راں ؛ واں حُدی ہائے کہ خواندی باز خواں
جبر را اندر شریعت راہ نیست ؛ دینِ ما محتاجِ ہیچ اکراہ نیست
ور کُنی تحقیق چُوں آزادگاں ؛ امن و اسلام اند توام زادگاں
دینِ فطرت مذہبِ افراط نیست ؛ صد جہادے ہست و لے اشراط نیست
بُود غزُوات دِفاعی ناگُزیر ؛ ہمچو تریاقِ افاعی ناگزیر

غزوۂ احزاب بنگر فے المثل ؛ نیز ہم آں جُملہ اسباب وعِلَل
چوں حریفاں تاختند از ہر کمیں ؛ تا ہمے سازند یکسر کارِ دیں
کار شُد از دست و دست از کار شُد ؛ بہر دفعِ دشمناں پیکار شُد
حفظِ حق را ناگُزیر آمد ستیز ؛ تیغِ تیز آمد جوابِ تیغِ تیز
مومناں چُوں تیغِ تیز انگیختند ؛ از جہانے رستخیز انگیختند

(۶)

کارِ تبلیغ است کارِ احمدی ؛ حق ورا بخشید جوشِ سرمدی
بیعتِ دل با مسیحا بستہ ایم ؛ در پئے اُو از جہاں بگسستہ ایم

ملہ کوٹے کے ساتھ تعلق۔ اور ابال کی کردن

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جانِ خود بر دستِ اُو بفروختیم ۞ بہرِ دیں سامانِ ہستی سوختیم
در حضر باشیم یا اندر سفر ۞ کارِ دیں ما را بُوَد پیشِ نظر
دست اندر کار و دل با یار ہم ۞ چشم طُوفاں خیز و گوہر بار ہم

تا چہ حاجت جنگ با توپ و تفنگ ۞ ختم شُد ایں کار بر مُلکِ فرنگ
گرچہ دُشوار است تدبیرِ حرُوب ۞ ہست زاں دشوار تسخیرِ قلُوب
سہل آمد فتحِ امصار و بلاد ۞ صعب مشکل او فتد فتحِ فواد
پاسِ دیں را سیف عُریانیم ما ۞ جوہرِ شمشیر بُرّانیم ما
ہست قُرآں حجّت و برہانِ ما ۞ ہست قُرآں سطوت و سُلطانِ ما
ہست قُرآں شوکتِ ما شانِ ما ۞ ہست قُرآں جانِ ما جانانِ ما
ہست قُرآں دینِ ما ایمانِ ما ۞ ہست قُرآں دینِ ما ہم آنِ ما
ہست قُرآں مجمع البحرینِ ما ۞ ہست قُرآں قرۃ العینینِ ما
ہمچو قرآں نیست صمصامے دگر ۞ فاتح و کشور کُشا و داد گر

ہرزہ مستاں صد فسادے آورند ۞ حق پرستاں صد جہادے آورند
خلق و عالم رہزنِ ہر کارِ ما ۞ نیست فرق از کار تا پیکارِ ما
دوست میدارد عدُو آزارِ ما ۞ کارزارے ہست در ہر کارِ ما
پیشِ ما ثابت نما شرطِ قتال ۞ باز بنگر ہم حرُوب و ہم رجال
گفتۂ پیغمبر و قُرآں کُنیم ۞ ہر چہ فرمود است حق ہم آں کُنیم
بہرِ دیں جاں مے دہد مردِ شریف ۞ بر طریقِ حضرت عبد اللطیف رضی
یا بسانِ عبدِ رحمٰنِ حلیم ۞ سر بباز د بر صراطِ مستقیم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یا برنگِ نعمت اللہ نامدار ؛ پائدار آید ہمے بر پائے دار
امتحانِ عشق گر منظور ہست ؛ ہم اَنَا الحق ہست وہم منصور ہست

(۷)

کارِ دیں افتاد با فضلِ عُمر ؛ دینِ حق رخشید مانندِ قمر
تیغِ تبلیغش جہاں یکسر گرفت ؛ شرق و غرب و اسود و احمر گرفت
ہر نفس "تحریکِ نَو" پیش آورد ؛ رُوح را بالیدگی پیش آورد
بہرِ دیں طرحِ اشاعت ریختیم ؛ انقلابے در جہاں انگیختیم
گردِ عالم گرم جَولانیم ما ؛ نے چو مُلّا پا بجولانیم ما
از برائے فتحِ امصار و بلاد ؛ قاف تا قاف است مارا صد جہاد
قَولِ مومن مصدرِ حُسنِ عمل ؛ قَولِ مُلّا دفترِ طولِ امل

خرج کُن از بہرِ دیں مال و منال ؛ ہمچو مُلّا از سیہ بختی منال
ہر کہ گوید قَوم گردیدہ تباہ ؛ اُو ہلاکش مے کُند بے اشتباہ
بایدت اعمالِ شرعی داشتن ؛ حکمتِ آداب مرعی داشتن
پُر حذر شو پُر حذر از نامِ بد ؛ نامِ بد مے آورد انجامِ بد
ہم بدی بگذار وہم ذکرِ بدی ؛ تا شوی نزدِ پیمبر مُہتدی

ہر رعیت را چو راعی ہست نیز ؛ حق تعالےٰ را مراعی ہست نیز
گرد بر گردِ مناہی ہم مرو ؛ بل بہ دُنبہ دیدہ نگاہی ہم مرو
تو مرو در بیشۂ شیر و پلنگ ؛ پا منہ گستاخ در کامِ نہنگ
آنچہ مے کاری ہماں خواہی درود ؛ پائے بر جادار وبگذر از حُدود

Digitized by Khilafat Library Rabwah

از قیودِ شرع آزادی مجو ؛ بہرِ خود ایں خانہ بربادی مجو
ماہی اندر آب آبادے بُوَد ؛ چوں رَوَد برباد بربادے رَوَد

(۸)

احمدیّت خدمتِ اسلام ہست ؛ لاجرم حقدارِ ہر انعام ہست
صیدِ دلہا بستۂ فتراکِ اُو ؛ لانہایت وسعتِ ادراکِ اُو
زیرِ فرمانش کُنی ار زندگی ؛ پیشِ حق داری بسے ارزندگی

مغربیّت مادیت آورد پیش ؛ احمدیّت کرد اُو را ریش ریش
مغربیّت عقل را مہمیز کرد ؛ احمدیّت عشق را سرتیز کرد
مغربیّت خام کاری آذری ؛ احمدیّت خاکساری سروری
مغربیّت گر سرابِ زندگی ست ؛ احمدیّت نیز آبِ زندگی ست

در چراغِ افرنگ را روغن نماند ؛ در دماغش فکرتِ روشن نماند
رحمتِ حق باز کار آمادہ است ؛ خلق و عالم منتظر استادہ است
تا کُند اسلام را از دل قبول ؛ تا شود آزاد از کارِ فضول
تا بر آید از سرِ جنگ و جفا ؛ تا در آید از درِ صُلح و صفا
تا سر آید روزگارِ انتظار ؛ بر سر آید نیرِ نصف النّہار
عقل گوید در نگر لمعانِ اُو ؛ عشق گوید وا بہ بین سلطانِ اُو

حکمراں اندر ہمہ آفاق اوست
مالکِ مُطلق علی الاطلاق اوست

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رسالہ قواصم الظہور پر ایک نظر

(از جناب مولانا عبدالاحد صاحب فاضل استاذ مدرسہ احمدیہ)

جناب مولوی سید محمد وحید صاحب شیعی اعظم گڑھی نے ایک رسالہ بنام "قواصم الظہور من اہل الفجور" لکھا ہے۔ جس میں ایک احمدی فاضل کے بعض جواب جو انہوں نے اپنے ایک شیعہ دوست کو ان کے استفسار پر دیئے، مع جواب الجواب مذکور ہیں۔ اس میں اصل موضوع کے علاوہ ایک بات جناب مولوی صاحب ممدوح نے یہ بھی تحریر فرمائی ہے کہ:۔

"مخاطب جلیل القدر کے مختصات سے ایک یہ امر بھی ہے، کہ جب آپ کسی کتاب کا حوالہ پیش فرماتے ہیں تو لفظ دیکھو سے تخاطب فرماتے ہیں، جس سے ممدوح کی تہذیب پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اگرچہ کلوخ انداز را پاداش سنگ است کی بناء پر مجھے بھی ویسا ہی جواب دینا چاہیئے تھا، مگر میں نے پسند نہ کیا، کہ عنانِ تہذیب کو اپنے ہاتھ سے دیدوں"

ایک شیعہ عالم کی یہ تحریر واقعی قابلِ قدر ہے، کہ انہوں نے یہ پسند نہ فرمایا، کہ عنانِ تہذیب کو اپنے ہاتھ سے دیدیں۔ مگر افسوس ہے، کہ صاحب ممدوح کا یہ دعویٰ تشنۂ تکمیل ہی رہا۔ کیونکہ آپ کے عمل نے اس دعویٰ کی تردید فرمادی، اور جناب نے بار بار اپنے رسالہ میں بعض ایسی باتیں لکھی ہیں، جو میرے خیالِ ناقص میں غیر مہذبانہ ہیں۔ علی الخصوص رسالہ مذکور کے نام نے تو آپ کی ساری تہذیب پر پانی پھیر دیا۔ مگر تاہم مجھے ان کے اس اظہار سے بھی خوشی ہوئی، کہ وہ تہذیب کو پسند فرماتے ہیں، جو ہر شریف انسان کیلئے ضروری ہے۔

شیعی صاحب نے احمدی فاضل سے مندرجہ ذیل متنازع فیہا مسائل کے متعلق پانچ سوال کئے تھے:۔

۱ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سیدنا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے ناراضگی۔ ۲ پاؤں کا مسح کرنا بجائے انہیں دھونیکے۔ ۳ آنحضرتؐ کا بیماری کی حالت میں قلم دوات طلب کرنا اور حضرت عمر فاروق خلیفۃ النبی الثانی کا قلم دوات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دینے سے روکنا۔ باغِ فدک کو کلیۃً حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سپرد نہ کرنا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ کہکر آنحضرت صلعم کی گستاخی کرنا۔

ان پانچ سوالوں کے نہایت ہی معقول و مدلل جواب احمدی فاضل نے شیعی صاحب کی خدمت میں لکھکر بھیجدیئے، جو رسالہ زیر نظر میں مندرج ہیں۔ شیعی صاحب نے یہ جوابات مصنف رسالہ جناب مولوی سید محمد وحید صاحب کو دیدیئے، تا وہ ان کا جواب رقم فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے رسالہ کی شکل میں جواب الجواب شائع فرمادیا جو اس وقت ہمارے زیر نظر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا ابوبکر و سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بیعت کرنا اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا احمدی فاضل نے شیعہ صاحبان کی کتب سے ثابت کر دکھایا۔ اس پر مولوی صاحب موصوف نے بعض کتب سے تو اپنی لاعلمی کا اظہار فرمایا ہے، اور بعض کے متعلق یہ فرمادیا، کہ یہ کتب شیعہ صاحبان کی نہیں۔ چنانچہ آپ اپنے رسالہ کے صنہ۲ میں فرماتے ہیں:۔

"ہمارے محترم معترض نے ثبوت بیعت حضرت علیؓ کے باب میں شرح ابن ابی الحدید معتزلی سے استدلال کیا ہے۔ مجھے انکے اس فعل پر کبھی تو کمال تعجب ہوتا ہے، اور کبھی فرطِ حیرت سے ان کی عدم واقفیت پر بے ساختہ ہنسی آجاتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے، کہ جناب مولانا ممدوح اصول مناظرہ سے بھی ناواقفِ محض ہیں۔ ان کو یہ نہیں معلوم کہ دلیل ہمیشہ مقبولات خصم سے لائی جاتی ہے لیکن ہمارے قابل مخاطب صاحب ہر طرف سے عاجز ہوئے، تو اپنی ہی کتابوں سے حوالے دینے لگے جو انکے عجز کی دلیلِ بیّن ہے۔ سچ ہے الغریق یتشبث بالحشیش ڈوبنے والا عالم اضطراب میں ہر تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ بلکہ یوں کہا جائے، کہ الغریق یتشبث بلحیتہٖ یعنی غریق کبھی اپنی ڈاڑھی کو ہی پکڑ لیتا ہے۔ تاکہ اس کے سہارے سے نجات پاجائے۔ حالانکہ اس بیچارے کو معلوم نہیں، کہ اس کی ڈاڑھی بھلا اسکو کیونکر بچا سکتی ہے۔ سب سے زیادہ تعجب خیز یہ امر ہے، کہ ہمارے مخاطب نے ابن ابی الحدید کو شیعی مسلک قرار دیدیا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ اس کلام کا باعث ان کا جہل ہے یا تجاہل۔ ماشاء اللہ ان کے تبحر علمی کا اس سے بالاتر اور کیا ثبوت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہو سکتا ہے، کہ وہ مقامِ عجز میں اپنے افرادِ مذہب کو شیعوں کے گروہ میں داخل کئے دیتے ہیں اور مقامِ احتجاج میں ان کے کلام کو ہم پر وارد کرنا چاہتے ہیں۔ شرح ابن ابی الحدید کے متعلق ان کا یہ فرمانا کہ "یہ حضرات شیعہ کی مشہور کتاب ہے" غلط اور سراسر غلط ہے۔"

اس کے بعد ایک دو حوالے بھی جناب نے اس امر کے ثبوت میں پیش فرمائے ہیں، کہ ابن ابی الحدید معتزلی تھا۔

مجھے مولانا صاحب موصوف کی اس دیدہ دلیری اور سینہ زوری پر تعجب آتا ہے، کہ کیسے ایک روشن اور واضح بات کی جناب نے اپنے رسالہ میں اس قدر شد و مد سے تردید فرمائی ہے۔ اگر مولوی صاحب موصوف نے ایک مرتبہ بھی صرف اس کتاب کو دیکھ لیا ہوتا، تو آپ ہرگز ایسا نہ لکھتے۔ مولوی صاحب موصوف کو چاہیئے تھا، کہ پہلے اصل کتاب ملاحظہ فرما لیتے اور پھر اسکے متعلق کچھ لکھنے کیلئے اپنا قلم اٹھاتے۔ مگر افسوس کہ آپ نے اصل کتاب کو دیکھنے کی بھی تکلیف گوارا نہیں فرمائی۔ لیکن باوجود اس قدر سہل انگاری کے آپ نے اس کے مصنف کے شیعی المسلک ہونیسے بڑے زور کے ساتھ انکار کیا ہے، اور احمدی فاضل کو جنہوں نے اسے شیعہ لکھا تھا، بہت کوسا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے، کہ جناب مولوی صاحب نے شاید کسی سے سن لیا، کہ وہ معتزلی تھا، اور بغیر تحقیق و تدبر کے جھٹ اسے درج رسالہ کر دیا۔ مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے، کہ ایک معتزلی شیعہ ہو سکتا، اور ایک شیعہ معتزلی نیز کیا اگر کوئی ایک مرتبہ معتزلی ہوا، تو ضروری ہے، کہ تا دمِ مرگ وہ اسی عقیدہ پر قائم رہے؟ یا اگر کوئی شیعہ ہو گیا، تو پھر وہ ان خیالات سے اپنی حین حیات میں تائب نہیں ہو سکتا؟ میں شرح ابن ابی الحدید کے سرورق کی عبارت یہاں نقل کر دیتا ہوں، تا جناب کو جو غلطی لگی ہے، اس کا ازالہ ہو جائے۔

"مولف الکتاب ھو عزالدین ابو حامد عبدالحمید بن ھبۃ اللہ بن محمد بن محمد بن حسین بن ابی الحدید المعتزلی الشیعی المدائنی۔"

مذکورہ عبارت میں کیسے واضح طور پر لکھا ہے کہ ابن ابی الحدید معتزلی شیعہ مدائن کا رہنے والا تھا۔ جناب مولوی صاحب نے لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پڑھنا کافی سمجھا، اور وَ اَنْتُمْ سُکَارٰی پر نظر ڈالنا مناسب نہ سمجھا۔ کیونکہ اس سے آپ کی غرض فوت ہوتی تھی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

احمدی فاضل نے بڑی قابلیت کے ساتھ شیعہ روایات کے مطابق حضرت علیؓ کا بیعت کرنا شرح ابن ابی الحدید سے ثابت کیا، اور اس کی تائید میں حضرت علیؓ کے اقوال پیش کئے، اور اس ضمن میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مکتوب بھی پیش کیا، جو آپ نے حضرت معاویہ کے نام لکھا، خط کا ترجمہ یہ ہے:۔

"اے معاویہ! میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جنہوں نے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کی بیعت کی تھی۔ اور انہیں امور پر میری بیعت ہوئی جن پر ان کی بیعت ہوئی تھی۔ پس اسکے بعد جو موجود تھا وہ مجاز نہیں تھا، کہ کسی اَور کو چُنے۔ اور جو غیر حاضر تھا وہ مجاز نہیں تھا، کہ اسکو رد کرے۔ کیونکہ شوریٰ کا اختیار مہاجرین و انصار کو ہے۔ اگر وہ ایک شخص پر جمع ہو جاتے ہیں، اور اس کو اپنا امام مقرر کر لیتے ہیں، تو یہ عین خدا کی مرضی ہے۔ اور اگر کوئی شخص کسی وجہ سے مہاجرین و انصار کے اس اجتماعی انتخاب کے خلاف کر کے اپنے آپ کو الگ کرتا ہے، تو اس کے متعلق حکم ہے، کہ اس کو اس بات کی طرف لوٹاؤ، جس سے وہ الگ ہوا ہے۔ اور اگر وہ نہ مانے، تو اس سے لڑائی کرو، کہ اس نے مؤمنین کے صحیح راستہ کی پیروی نہیں کی۔" (نہج البلاغۃ ص۱۸۶)

اس خط سے معلوم ہوتا ہے، کہ خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خلیفۂ برحق تسلیم فرمایا، اور ان کے طریقۂ انتخاب کو عین خدا کی مرضی قرار دیا، اور جو خلیفہ ان کی سنّت کے مطابق منتخب ہو اسکے مخالفین سے لڑنا ضروری قرار دیا۔ یہ خط اس وقت کا ہے، جبکہ شیرِ خدا کو تقیہ کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ کیونکہ آپؓ نے جب یہ خط لکھا، تب آپ خود خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔

اس خط کے متعلق مولوی صاحب موصوف فرماتے ہیں، کہ اس میں:۔

"حضرت قوم کے مسلّمات سے ان پر استدلال فرما رہے ہیں، کہ جب تم نے مجھکو اپنے اُصول کے مطابق خلیفۂ وقت تسلیم کر لیا، تو اب تمکو بجز میری اطاعت کے اور کوئی چارہ کار نہیں، نہ یہ کہ تم مجھ پر خروج کرو۔ مقصد یہ ہے، کہ مَیں خلیفۂ حقیقی بنصِ خدا اور رسول تو پہلے ہی سے تھا، جب تم بھی اپنے اصول کے موافق میری خلافت تسلیم کر چکے، تو پھر اب مخالفت کی کیا وجہ ہے؟"

مولوی صاحب موصوف کا مطلب بالفاظ دیگر یہ ہے، کہ اے معاویہ! تمہارا اصول طریقِ انتخابِ خلافت بالکل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غلط اور خدا کے حکم و منشاء کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن چونکہ تم اس غلط اصول کو تسلیم کرتے ہو، اس لئے اس غلط اصل کی بناء پر میری بیعت بھی کر لو۔ نعوذ باللہ منہا۔ کیا ایسے امور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف منسوب کئے جا سکتے ہیں؟ اگر حضرت علیؓ پہلے ہی سے خلیفہ تھے، تو کیا آپ نے حضورؐ کی وفات کے بعد خلفاء ثلٰثہ کے زمانہ میں کسی کو کہا، کہ میری بیعت کرو، کیونکہ خلیفہ میں ہوں۔ حضرات شیعہ کی جناب شیر خدا کے حق میں، یہ بڑی گستاخی و بے ادبی ہے، کہ وہ یہ تسلیم کرتے ہیں، کہ حضور شیر خدا ہو کر کلمۂ حق کہنے سے دبے رہے۔ وہ تو شیر خدا تھے۔ شیر خدا کے فرزند نے اپنی جان فدا کر دی، اور اس باطل خیال کا رد کر دیا، اور کربلاء معلیٰ کی خاک پاک اس امر کی شاہد ہے، کہ خدا کے بندے کلمۂ حق کہنے سے نہیں رکتے۔ پس مولوی صاحب موصوف کا یہ خیال کہ حضرت علیؓ کا حضرت معاویہ کو اپنی بیعت کیلئے دعوت دینا مسلّمات خصم کا ایک باطل طریق تھا، باطل ہے، کیونکہ خود حضرت علیؓ اسے سبیل المؤمنین قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۹ اور فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ جلد ۳ صفحہ ۱۵۱ میں بھی مذکور ہے، کہ حضرت علیؓ نے بیعت کی اور یہ کتاب قریبًا ہر شیعہ کو جسے ذرا سی بھی علمی دلچسپی ہے، معلوم ہے، کہ شیعہ اصحاب کی مستند کتاب ہے۔

یہ امور شیعی روایات کی بناء پر لکھے گئے ہیں، لیکن ان سب سے بڑھکر اور یقینی و حقیقی شہادت قرآن کریم کی ہے، جو آیت استخلاف میں مذکور ہے، اور عملی طور پر خلفائے ثلٰثہ کی زندگی اس رنگ میں رنگین ہے، جو قرآن کریم میں مؤمنین و صلحاء کا بیان ہوا ہے، اور یہ ایسے لوگ ہیں، جن کو اللہ تعالےٰ کی رضاء کا سرٹیفیکیٹ عطا ہوا۔ ان میں سے دوؔ حضور صلعم کے خسر اور ایک حضورؐ کا داماد تھا، اور ایک (حضرت عمرؓ) علاوہ حضور صلعم کا خسر ہونے کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا داماد بھی تھا۔ "اگر نبی دختر بعثمان داد علی دختر بعمر فرستاد" (مجالس المؤمنین صفحہ ۸۴) اور ان میں سے دوؔ کی شان ارفع کے بارے میں خود حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں "لَا أُوْتٰى بِرَجُلٍ يُفَضِّلُنِيْ عَلٰى أَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا وَجَلَدْتُهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِيْ" (مجالس المؤمنین صفحہ ۶۲) یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا۔ میرے پاس جو آدمی ایسا لایا گیا، کہ وہ حضرت ابوبکر اور عمر سے مجھے افضل قرار دے، تو میں ایسے شخص کو حد مفتری یعنی اسّی کوڑے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لگاؤں گا۔

یہ تو قرآن اور مسلمانوں کی شہادت ہے۔ اب ذرا ایک مخالف اسلام کا بیان بھی سنئے۔ وَالْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ۔ سر ولیم میور لکھتا ہے:۔

"جب میں ابو بکر کی طرف غور کرتا ہوں، جو بڑا دانا، ذی فہم، معاملات دنیا کے پُر پیچ حالات سے واقف تھا، اور اپنی قوم میں سب سے زیرک تھا، اور پھر اس شخص کی صاف عقیدت سچی اور بے ریا ارادت کو دیکھتا ہوں، جو اس کو رسول عربی کی نسبت تھی، تو خواہ مخواہ مجھے شک پڑتا ہے، کہ رسول عربی کا دعویٰ شاید صحیح ہو"

اس لئے ایسے فرد کامل کے حق میں جو سب سے پہلے اسلام لایا، آنحضرتؐ کا یار غار، ہجرت میں ساتھ رہنے والا، سفر وحضر میں ہمرکاب، اور وفات کے بعد بھی حضورؐ کے پہلو میں اُسے جگہ ملی، اس پر زبانِ طعن دراز کرنا حبِّ علیؓ نہیں، بلکہ خدا اور رسول اور حضرت علی سے بغض ہے۔ منافقین کیلئے تو ارشاد خداوندی یہ ہے، کہ ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا اِلَّا قَلِيْلًا یعنی مدینہ میں انہیں رہنا ہی نصیب نہ ہوگا، اور تھوڑے عرصہ کے اندر ہی وہ وہاں سے چلے جائیں گے۔

وضو میں پاؤں کے غسل اور مسح کے متعلق قرآنی حکم بالکل صاف اور واضح ہے۔ اسے بلا وجہ باعث تنازعہ بنا دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں اَرْجُلَكُمْ کا لام مفتوح ہے، جس سے پاؤں کا دھونا ثابت ہوتا ہے۔ اور ایک قرأت اسکی بکسر لام ہے، جس سے پاؤں پر مسح کرنیکا حکم مستنبط کیا جاتا ہے۔ اسلئے ہم دونوں باتوں کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اگر پاؤں پر موزے نہ ہوں تو انہیں دھوتے ہیں، اور موزے ہوں تو مسح کرتے ہیں۔ یہی بات سنت نبوی سے ثابت ہے جو تواتر سے ہم تک پہونچی ہے۔ اس لئے شیعہ حضرات کو بھی اسی پر عمل کرنا چاہیئے، اور اب جبکہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ کے مطابق سیدنا حضرت احمد امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی جو حَکَم وعدل ہو کر تشریف لائے، انہیں معنوں کی عملاً تصدیق فرما دی، تو ہمیں بھی دونوں قراءتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دونوں باتوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

احمدی فاضل نے وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ میں اِلَى الْكَعْبَيْنِ (ٹخنوں تک) کے الفاظ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جو قرینہ ہیں پاؤں دھونے کا، اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کئے تھے۔ مولوی صاحب اس قرینہ کو نہیں توڑ سکے، اگر مسح کرنا ہی مراد ہوتا، تو اِلَی الْکَعْبَیْنِ کہنے کی کیا ضرورت تھی؟ جبکہ شیعہ صاحبان تسلیم کرتے ہیں، کہ اِمْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ میں باء تبعیضیہ ہے (ملاحظہ ہو تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ بالا)

ماسوا اس کے ایک اور بات قابلِ غور یہ ہے، کہ شیعہ صاحبان فرماتے ہیں، وَقُرِئَ بِنَصْبِ الْاَرْجُلِ وَھُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَنَا (تفسیر صافی زیر آیت مذکورہ بالا) یعنی اَرْجُلَ کی نصب سے بھی پڑھا گیا ہے، جو شیعوں کے نزدیک مردود ہے۔ مگر مولوی صاحب نے اپنے رسالہ میں اس عقیدہ کا ذکر نہیں فرمایا، جو لوگ ایسی جرأت کرتے ہیں، کہ بدیہی امر سے منکر ہونے سے بھی نہیں ہچکچاتے، وہ اگر نظری امور میں ایچاپیچی سے کام لیں، تو انہیں کون روک سکتا ہے؟ ہاں اس سے اتنا ضرور ثابت ہوگیا، کہ اَرْجُلَکُمْ اگر بفتح لام ہو، تو اس سے پاؤں کو دھونا لازم آتا ہے، تبھی تو اسے مردود قرار دیا گیا ہے۔

حدیث قرطاس کے متعلق احمدی فاضل نے جو بحث کی، اس کے متعلق مولوی صاحب نے ادھر ادھر کی غیر متعلق باتیں بیان کی ہیں، اور کوئی معقول یا ٹھوس بات ایسی بیان نہیں کی، جس سے سیدنا حضرت عمرؓ کی ذات پر حرف آسکے۔ مثلاً احمدی فاضل نے بیان کیا ہے، کہ پہلے تو بخاری میں جو بیان اس واقع کے متعلق درج ہے، اس میں یہ نہیں لکھا، کہ حضرت عمرؓ نے ہذیان کو حضور کی طرف منسوب کیا ہے، اور نہ حضور نے حضرت عمرؓ سے کہا، کہ تم قلم دوات لاؤ۔ اور اگر وہ قلم دوات نہ لائے تھے، تو حضرت علیؓ ہی لا دیتے، کیونکہ اہل بیت کی موجودگی (جن کا جھگڑنا الفاظ حدیث میں مذکور ہے) ثابت ہے حضرت عمرؓ کا قلم دوات نہ لانا ویسے ہی حضور سے محبت و عشق کی وجہ سے تھا، جیسے حضرت علیؓ نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر رسول اللہ کا لفظ شرائط صلح میں سے مٹانے سے انکار کیا، حالانکہ آنحضورؐ نے اس وقت خصوصیت سے حضرت علیؓ سے کہا، کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو، اور یہاں تو حکم عام تھا، اس لئے قلم دوات نہ لانے سے حضرت عمرؓ پر کوئی حرف نہیں آسکتا۔ اور حضرت عمرؓ کے الفاظ یہ تھے، کہ اِنَّ النَّبِیَّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) قَدْ غَلَبَ عَلَیْہِ الْوَجَعُ وَعِنْدَکُمُ الْقُرْاٰنُ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔[1] یعنی حضور کو

[1] بخاری کتاب الاعتصام بالسنۃ ص ۱۶۷ و کتاب المرضیٰ باب قول المریض قوموا عنی ص ۵

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تکلیف ہے۔ اور تمہارے پاس قرآن موجود ہے، ہمیں اللہ تعالےٰ کی کتاب کافی ہے۔ حضرت عمرؓ کے اس بیان سے حضورؐ نے سمجھ لیا، کہ میرے منشاء کو انہوں نے معلوم کر لیا ہے۔ سو حضورؐ نے لکھکر دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ کیونکہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، کہ خدا حضورؐ کو کوئی پیغام دے، اور اسے لوگوں تک نہ پہونچایا جائے جبکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ یَآاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ (مائدہ ع) یعنی اے رسول جو خدا کی طرف سے تجھ پر اتارا گیا ہے، اسے پہنچا دے، اور اگر تو نے یہ نہ کیا، تو تُو نے خدا کے پیغام کو نہ پہونچایا۔ اور اس واقعہ کے بعد حضورؐ کا فوری انتقال نہیں ہو گیا تھا، بلکہ کافی وقت حضورؐ زندہ رہے۔ اگر کوئی بات کتاب اللہ کے علاوہ ہوتی، تو حضورؐ اسے ضرور لکھوا دیتے۔

مولوی صاحب موصوف نے ان حقائق کو صرف یہ کہکر ٹالنے کی کوشش کی ہے کہ:۔

"مَآ اُنْزِلَ میں حرف مَا ایک امر معہود کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ اس لئے اگر مَا عموم کیلئے ہوگا، تو معنی آیت میں اختلال پیدا ہو جائیگا۔ کیونکہ اس بنا پر یہ معنے ہو جائینگے کہ بَلِّغْ جَمِیْعَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَاِنْ لَّمْ تُبَلِّغْ جَمِیْعَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ...... حالانکہ باتفاق نحاۃ شرط و جزا میں مغائرت ضروری ہے۔ لہٰذا شرط باطل ہو کر کلام مہمل ہو جائیگا۔"

ایک موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے، کہ مفہوم آیت بالکل واضح ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، کہ اے نبی! سب کی سب جو بھی تیری طرف وحی کی گئی ہے، اسے پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا، تو تُو نے خدا کا پیغام جس کے لئے تو مقرر ہوا ہے، نہیں پہونچایا، جس کا مطلب یہ ہے، کہ اگر تو نے سب وحی جو تیری طرف کی گئی ہے نہ پہونچائی تو تُو اپنے فرض منصبی میں کوتاہی کرنیوالا ہوگا شرط اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ ہے، اور جزا فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ہے، اور ان دونوں میں مغائرت موجود ہے، جو تعجب ہے، کہ آپ کو معلوم نہیں ہو سکی۔ اور یہ حکم اس لئے نازل ہوا، تا کوئی یہ نہ خیال کرلے، کہ خدا کے نبی کوئی ایسی وحی چھپا بھی لیتے ہیں، جس پر لوگوں کی ہدایت موقوف ہے، جیسا کہ آپ کا خیال ہے، کہ حضورؐ نے قلم دوات منگوائی مگر اہل بیت کے جھگڑنے کے باعث حضورؐ نے وہ امر ترک کر دیا۔ اور اگر آپ کی بات تسلیم کی جائے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور یہ معنے کئے جائیں، کہ اے نبی! اگر تو علیؓ کی خلافت کے متعلق خاموش رہا، تو تو نے سب پیغام جو ہم نے تجھے دیئے نہیں پہونچائے، تو یہ امر خلاف واقع اور جھوٹ بن جاتا ہے۔ جو خدا کی شان سے بعید ہے۔

باغ فدک کے متعلق رسالہ میں جو بحث کی گئی ہے، اس میں بھی جناب مولوی صاحب نے حقیقت کو مدنظر نہیں رکھا۔ وہ مال وقف تھا، جیسا کہ احادیث میں آتا ہے، اور وقف میں وراثت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ حضورؐ نے جب خود ارشاد فرمادیا، کہ میرے ترکہ کا کوئی وارث نہیں، تو پھر اعتراض کیسا؟ اگر یہ ارشاد قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف ہے، تو کیا حضورؐ کو اس کا علم نہ تھا؟ پھر آپ نے فرمایا کیوں؟ اور اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے، کہ خلیفۂ وقت سے ایک اجتہادی سہو ہو گیا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے زمانہ خلافت میں شیعہ صاحبان کے عقیدہ کے مطابق کیوں عمل نہ کیا، جس سے صاف ظاہر ہے، کہ یہ اعتراض بالکل باطل ہے۔

جناب مولوی صاحب نے حیاتِ مسیحؑ اور امتِ محمدیہ میں نبوت کے انقطاع کے متعلق بھی اپنے رسالہ میں بحث کی ہے۔ وفات مسیحؑ پر مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ قرآن کریم میں کہیں حضرت مسیحؑ کا زندہ بجسد العنصری آسمان پر اٹھایا جانا مذکور نہیں ہے۔ بلکہ کئی آیات اور احادیثِ صحیحہ بالصراحت آپ کی موت پر دلالت کر رہی ہیں۔ حیرت ہے کہ بعض مولوی صاحبان اتنا نہیں سمجھتے، کہ حیاتِ مسیحؑ کا عقیدہ اور انقطاع نبوت کا عقیدہ آپس میں متضاد ہیں۔ اگر حضورؐ نے تمام نبی بند کر دیئے، تو مسیحؑ کیسے دوبارہ آئیگا؟ جبکہ اس امت کا کوئی فرد نبی نہیں ہو سکتا، تو مسیحؑ دوبارہ آکر اس امت کا فرد کہلا کر کس طرح نبی ہو سکتا ہے؟ اور اس طور سے تو حقیقی خاتم النبیین مسیح بن مریمؑ ٹھہرے، کیونکہ آنحضرتؐ کے بعد بقول آپ کے نیا نبی نہیں آسکتا، پرانا آسکتا ہے۔ مگر مسیحؑ کے بعد نہ نیا نبی آسکیگا، اور نہ پرانا۔

آیت خاتم النبیین کے معنوں کے متعلق صرف ایک حوالہ کافی ہوگا۔ شیعہ صاحبان کی معتبر تفسیر صافی میں زیر آیت خاتم النبیین لکھا ہے فی المناقب عن النبی قال انا خاتم الانبیاء و انت یا علی خاتم الاولیاء۔ یعنے آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے علی! میں خاتم الانبیاء ہوں۔ اور تو خاتم الاولیاء ہے۔ اب اگر خاتم الانبیاء کے بعد نبوت بند ہے تو خاتم الاولیاء کے بعد ولایت بھی بند مانیں، اور امام غائب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے خیال کو ترک فرماویں۔ لیکن اگر آپ خاتم الاولیاء کے بعد بھی ولایت کو جاری سمجھتے ہیں، تو خاتم الانبیاء کے بعد نبوت کیسے مسدود ہو گئی؟

گو ان ہر دو مسائل (وفاتِ مسیح اور عدم انقطاع نبوت بعد آنحضرت صلعم) کے لئے قرآن و احادیث میں کافی دلائل موجود ہیں، مگر قرآنِ مجید کی ایک آیت ہی پر اگر غور کیا جاوے، تو ہر دو مسائل کے متعلق وضاحت ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالےٰ سورۃ نور میں فرماتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔ یعنے اس امت میں بھی آنحضرت صلعم کے بعد جو حضور کے خلفاء ہوں گے، وہ پہلے خلفاء کی طرح ہوں گے۔ كَمَا کے لفظ نے یہ بیان کر دیا ہے، کہ پہلے اگر نبی ہوئے، تو اب بھی ہوں گے، اور دوسری بات یہ کہ اس امت میں پہلی امتوں کے افراد نہیں ہوں گے، بلکہ ان کی طرح کے ہوں گے، اس لئے اس امت میں مسیح ناصریؑ نہیں آ سکتے، ہاں مسیح ناصریؑ کے مثیل آ سکتے ہیں:

(بقیہ صفحہ ۶۴) ساکن لدھیانہ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۰/۱۲ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ جائیداد منقولہ کوئی نہیں جائیداد غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔ ایک مکان پختہ واقعہ آبادی شہر ٹہوں ضلع جالندھر محلہ فاضل خانیاں متصل چوکھنڈی چوہدری جنگ باز خان مرحوم جس کی تعمیر بلا شرکت غیری میں نے خود کرائی ہے قیمت اندازاً تین صد روپیہ (۲) ٹوڑ خشک نمبر ۳ متصل ڈھاب عقب لنگر خانہ محلہ صادق اندرون آبادی شہر قادیان جو میرا خود خرید کردہ ہے، قیمتی مبلغ تین سو روپیہ (۳) مندرجہ بالا جائیداد کے علاوہ میں اس وقت پرائیویٹ ملازمت سے ۲۰ ماہوار کماتا ہوں۔ ۴۔ مندرجہ بالا جائیداد اور تنخواہ کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ مبلغ دو روپیہ آمد کا حصہ ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا۔ اور کمی بیشی تنخواہ کی اطلاع بھی وقتاً فوقتاً صدر انجمن احمدیہ قادیان کو دیتا رہوں گا۔ اور مطابق کمی بیشی تنخواہ کے حصہ آمد ادا کروں گا۔ نیز میں کوشش کرونگا کہ حصہ جائیداد غیر منقولہ جو ساٹھ ۶۰ روپے بنتا ہے اپنی زندگی میں خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں ادا کر دوں۔ بصورت ادائیگی مبلغ ساٹھ ۶۰ روپیہ جائیداد غیر منقولہ مذکورہ بالا سے انجمن کو کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ البتہ میری وفات پر اگر مذکورہ بالا جائیداد کے علاوہ کوئی اور جائیداد سابقہ یا خرید کردہ آئندہ انجمن کو ثابت ہو جائے تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ میرے وارثان کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ العبد:۔ عنایت حسین پٹواری ریٹائرڈ بقلم خود۔

گواہ شد:۔ برکت علی لائق پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ لدھیانہ

گواہ شد:۔ محمد حسین عربک ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول لدھیانہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طبیہ عجائب گھر قادیان

کی

مایۂ ناز ادویہ

ناظرین! آپ نے طبیہ عجائب گھر قادیان کا نام سُنا ہوگا۔ اسکے متعلق ذیل میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی شہادت درج کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"مَیں طبیہ عجائب گھر سے ایک عرصہ سے ادویہ لیتا رہا ہوں۔ جہانتک میرا تجربہ ہے۔ مالک طبیہ عجائب گھر نہایت شوق محنت اور دیانتداری سے ادویہ تیار کرتے ہیں اور پوری کوشش سے خالص اور اعلیٰ درجہ کے مفردات مہیا کرتے ہیں۔ یونانی اور ویدک ادویہ یہاں سے نہایت اعلیٰ درجہ کی مل سکتی ہیں، مَیں امید کرتا ہوں کہ جو دوست آپ سے ادویہ خرید فرمائینگے وہ ہر طرح سے مطمئن ہونگے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے متعدد نسخہ جات اعلیٰ درجہ کی ادویہ سے تیار کئے جاتے ہیں۔"

ہمارے ہاں اعلیٰ اور خالص درجہ کے مفردات مثلاً مشک۔ عنبر۔ زعفران۔ مروارید۔ زمرد۔ نیلم۔ پکھراج۔ کہربا۔ یاقوت۔ فیروزہ۔ سنگ یشب۔ لاجورد۔ عقیق۔ مرجان۔ زہرمہرہ۔ ست سلاجیت قلب الحجر وغیرہ موجود ہیں۔ مرکبات میں سے حسب ذیل خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ **اکسیر اٹھرا**:۔ حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ نے یہ نسخہ خاص الٰہی تصرف کے ماتحت رقم فرمایا۔ چنانچہ اسکے فوائد ہم نے خود ملاحظہ کئے۔ ہم نے یہ نسخہ "اکسیر اٹھرا" کے نام سے تیار کیا ہے۔ جن مستورات کو اولاد نہ ہوتی ہو، یا اسقاط کے مرض میں مبتلا ہوں۔ یا جنکے بچے بچپن میں آغوش مادر سے جُدا ہو جاتے ہوں ان کیلئے "اکسیر اٹھرا" لاثانی دوا ہے قیمت ایک روپیہ فی تولہ۔ مکمل خوراک گیارہ تولہ۔ قیمت دس (۱۰) روپے:۔ **زدجام عشق**۔ ایکروپیہ کی آٹھ گولیاں

دوائی ذیابطیس:۔ اس دوائی کو جس نے بھی استعمال کیا اسے مفید پایا۔ اس میں کشتہ فولاد۔ کشتہ زمرد۔ کشتہ مرجان۔ کشتہ بیضہ کشتہ مروارید۔ جامن کی گٹھلی وغیرہ اجزاء شامل ہیں۔ اسکی قیمت سردست عہ فی تولہ رکھی گئی ہے تا احباب اس سے جلد فائدہ اٹھائیں بعد میں اس قیمت پر نہ دی جائیگی۔ فہرست ادویہ مع جنتری سنہ ۱۳۲۰ ہش مطابق ۱۹۴۱ء مفت طلب فرمائیں

پتہ:۔ پروپرائٹر طبیہ عجائب گھر قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وصیتیں

نوٹ:۔ وصایا منظوری سے پہلے اس لئے شائع کی جاتی ہیں، کہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو، تو دفتر کو اطلاع دے۔

نمبر ۵۸۲۳:۔ منکہ محمد بخش ولد جیہ خاں قوم سنتوئی بلوچ پیشہ ملازمت پٹواری نہر عمر ۳۰ سال تاریخ بیعت ۲۸ ۱۲/۹/۳۰ ساکن فاضل پور ڈاکخانہ خاص ضلع ڈیرہ غازیخاں بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ ۲/۱۹۴۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں اسوقت میری تنخواہ مبلغ بیس روپے ماہوار ہے۔ جس پر میرا گذارہ ہے۔ میرے نام کوئی غیر منقولہ جائداد نہیں ہے کیونکہ میرے والدین زندہ ہیں۔ میں تا زیست اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ادا کرتا رہونگا یا یہ کہ آمدنی کی کمی و بیشی کے مطابق حصہ ادا کرتا رہونگا۔ میرے مرنے پر جسقدر میری جائداد ثابت ہو اسکے دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ محمد بخش پٹواری نہر حلقہ محمد پور تحصیل جام پور۔ گواہ شد:۔ اللہ بخش پٹواری نہر حلقہ رکھ محمد پور۔ گواہ شد:۔ سردار حق نواز۔

نمبر ۵۸۲۴:۔ منکہ حکیم محمد علی ولد حسین بخش قوم شیخ پیشہ طبابت عمر ۷۰ سال تاریخ بیعت سال ۱۹۰۱ء ساکن لاہور کوچہ گاندھیاں شاہ عالمی دروازہ لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۹ ماہ امان ۱۳۲۰ ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اس وقت میری کوئی منقولہ یا غیر منقولہ جائداد نہیں ہے۔ ہمارا جدی مکان لاہور کوچہ گاندھیاں میں تھا جب میں نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کی تو میرے والد صاحب نے مجھے لاوارث کر کے نکالدیا تھا۔ اسوقت سے میں ہمیشہ الگ رہا۔ اور بہت معمولی طب پر گزارہ کرتا رہا۔ اب میری ماہوار آمدنی اوسطاً پانچ روپے ماہوار ہے اسکا دسواں حصہ تا زیست صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان کے خزانہ میں داخل کراتا رہونگا۔ ہاں اگر بوقت وفات بھی کوئی جائداد ثابت ہو تو اسکی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ حکیم محمد علی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ علی محمد سیکرٹری وصایا گنج۔ موصی ۱۲۹ء۔ گواہ شد:۔ شیخ نور احمد موصی ۵۵۰۰

نمبر ۵۸۲۵:۔ منکہ منظور احمد ولد علی محمد صاحب قوم راجپوت بھٹی پیشہ ملازمت فوجی عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن لکھانوالی ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ ماہ امان ۱۳۲۰ ہش

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت جائداد کوئی نہیں ہے (منقولہ یا غیر منقولہ) اس وقت میری ماہوار آمدنی ۲۵ روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت جسقدر میری جائداد ثابت ہو اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ منظور احمد بقلم خود ایم۔ ٹی ۳۹ جہلم چھاؤنی سیکشن ڈی ۱۰۱ منظور احمد سیالکوٹی ۹۰۳۸۹۔ گواہ شد:۔ سردار عبدالرحمٰن بی۔ اے بحروف انگریزی۔ گواہ شد:۔ محمد احمد سیالکوٹی مولوی فاضل برادر موصی۔

نمبر ۵۸۲۶:۔ منکہ محمد احمد ولد علی محمد صاحب موصی ۱۳۰۵ قوم راجپوت بھٹی پیشہ ملازمت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کھانوالی (حال قادیان) ڈاکخانہ پھلورہ ضلع سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲ ر ماہ امان ۱۳۲۰ھش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہیں ہے میرا گزارہ ماہوار آمد پر ہے جو کہ اس وقت ۳۰ ماہوار ہے۔ میں تازیست اپنی ماہوار کا ۱/۱۰ حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا یہی وصیت میری اس جائداد پر بھی حاوی ہوگی جو میری وفات کے وقت ثابت ہو۔ ایسی جائداد میں سے اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بحد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دی جائے گی۔ العبد:۔ محمد احمد سیالکوٹی مولوی فاضل مبلغ سلسلہ احمدیہ۔ گواہ شد:۔ سید بشیر احمد کارکن دعوۃ و تبلیغ۔ گواہ شد:۔ علی احمد مولوی فاضل برادر موصی مدرس ہائی سکول قادیان۔

نمبر ۵۸۲۷:۔ منکہ برکات احمد ولد مولانا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی قوم وڑائچ پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن لاہور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۲ ر ماہ تبلیغ ۱۳۲۰ھش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد اس وقت کوئی نہیں۔ اس وقت میری ماہوار آمد مبلغ چالیس روپے ہے میں تازیست اپنی ماہوار آمد کا دسواں حصہ داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہونگا۔ میرے مرنیکے وقت میرا جس قدر متروکہ ثابت ہو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ العبد:۔ برکات احمد بی۔ اے۔ گواہ شد:۔ عبدالقادر مبلغ سلسلہ مقیم لاہور۔ گواہ شد:۔ داؤد مظفر شاہ احمدیہ ہوسٹل لاہور۔ گواہ شد:۔ مسعود مبارک شاہ احمدیہ ہوسٹل لاہور۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۵۷۷ :- منکہ نیاز بیگم بنت اللہ دتا قوم ارائیں عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن ہمزہ غوث ڈاکخانہ شہر سیالکوٹ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۱/۴۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں ۔ میری جائداد اسوقت حسب ذیل ہے تاحال میری شادی نہیں ہوئی میرے پاس ایک سنگر مشین قیمتی -/۱۰۸ روپے اور مبلغ -/۶۰ روپے نقد ہیں جو کہ میرے بھائی ڈاکٹر محمد جلال الدین صاحب کے ذمہ ہیں ۔ میں سنگر مشین کی قیمت اور نقدی کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں ۔ اگر میں نے اپنی زندگی میں کوئی اور جائداد منقولہ یا غیر منقولہ پیدا کی تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتی ہوں ۔ میری وفات پر جو جائیداد میری مقبوضہ ہوگی اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں الامۃ :- نیاز بیگم بقلم خود ۔ گواہ شد :- اللہ دتا والد موصیہ ۔ گواہ شد :- عبد العظیم مقبول منزل محلہ اراضی یعقوب شہر سیالکوٹ

نمبر ۵۷۸ :- منکہ غلام محمد ولد چوہدری غلام حسین صاحب قوم راجپوت پیشہ ملازمت عمر ۲۳ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۱/۴۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ میری جائداد منقولہ و غیر منقولہ اس وقت جبکہ یہ وصیت تحریر کر رہا ہوں بالکل کچھ نہیں ہے ۔ میری ماہوار آمدنی اسوقت مبلغ پچیس روپے ماہوار ہے میں اسکے دسویں حصے کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں ۔ جو کہ میں ماہ بماہ ادا کرتا رہونگا ۔ اپنی آمدنی میں کمی و بیشی کی اطلاع باقاعدہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کرتا رہونگا ۔ اور اسکے مطابق حصہ وصیت ادا کرتا رہونگا ۔ اسکے علاوہ میری وفات پر میری جو جائداد منقولہ و غیر منقولہ ثابت ہو ، اسکے بھی دسویں حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی ۔ ہاں اگر میں اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد کے دسویں حصہ کی قیمت کے طور پر کچھ رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں جمع کراؤں تو وہ رقم بعد وفات اس میں سے وضع کر لی جائیگی ۔ العبد : غلام محمد ۱۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ کیمپ ضلع ہزاری باغ صوبہ بہار ۔ گواہ شد :- وقیع الزمان ۱۱/۱۵ پنجاب رجمنٹ رام گڑھ کیمپ ۔ گواہ شد :- حوالدار عبد المنان احمدی رام گڑھ کیمپ ۔

نمبر ۵۷۹ :- منکہ تصدق حسین ولد سید ہارون شاہ صاحب قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۲۲ سال تاریخ بیعت ۳ جنوری ۱۹۴۰ء ساکن کلر سیداں ڈاکخانہ خاص ضلع راولپنڈی بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴/۱/۴۱ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں ۔ اسوقت میری کوئی منقولہ و غیر منقولہ جائداد نہیں ہے کیونکہ خدا کے فضل سے میرے والد صاحب زندہ ہیں ۔ اس وقت میں ملٹری میں ملازم ہوں اور میری تنخواہ -/۱۸ روپے ماہوار ہے لہذا میں اسکے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قادیان ضلع گورداسپور کرتا ہوں۔ اور اقرار کرتا ہوں کہ باقاعدہ اس نسبت سے جو چندہ بنے وہ ماہوار خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں انشاء اللہ داخل کرتا رہونگا۔ اگر بعد وفات میری کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ نیز کمی و بیشی کی صورت میں صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اطلاع دیتا رہونگا۔ العبد:۔ تصدق حسین بقلم خود لیس نائک ۱۰ سپلائی ٹریننگ بٹالین پلاٹون ۶ فیروز پور چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ جلال الدین امینی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ پیر نصیر الدین:

نمبر ۵۷۸۴:۔ منکہ محمد عثمان ولد حافظ محمد اسحٰق صاحب قوم تلغیار پیشہ ملازمت عمر ۱۸ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۱۳ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ اسوقت میری کوئی جائداد منقولہ و غیر منقولہ نہیں ہے کیونکہ میرے والد ماجد بزرگوار بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں اسوقت میں ملٹری میں ملازم ہوں اور میری تنخواہ ۳۸/۸/۰ ماہوار ہے۔ لہذا میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کرتا ہوں، کہ باقاعدہ اس حصہ کی ادائیگی ماہوار کرونگا۔ نیز بعد وفات اگر میری اور کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اپنی ملازمت کی کمی و بیشی کے بارے میں انشاء اللہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کو اطلاع دیتا رہونگا۔ اور اس صورت میں اس نسبت سے چندہ داخل خزانہ کراتا رہونگا۔ العبد:۔ محمد عثمان سپاہی کلرک ۱۰ سپلائی ٹریننگ بٹالین بی کمپنی پلاٹون ۵ فیروز پور چھاؤنی۔ گواہ شد:۔ جلال الدین امینی بقلم خود۔ گواہ شد:۔ محمد امیر بقلم خود۔

نمبر ۵۷۹۵:۔ میں مسماۃ نذیر خانم زوجہ منشی رحمت خان قوم پٹھان پیشہ خانہ داری عمر قریباً ۵۰ سال تاریخ بیعت جلسہ سالانہ ۱۹۳۴ء ساکن فیروز پور چھاؤنی ڈاکخانہ خاص ضلع فیروز پور صوبہ پنجاب بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۵ اگست ۱۹۴۰ء حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ (۱) اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائیگی (۲) میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے۔ (الف) ایک مکان پختہ یک منزلہ نمبر ۶ واقعہ کوچہ ۱ فیروز پور چھاؤنی بحدود اربعہ ذیل شمال مکان محمد جان احمدی جنوب مکان لالہ رام پرشاد مشرق مکان لالہ رام پرشاد و کرم علی شاہ مغرب راستہ شارع عام قیمتی تخمیناً مبلغ پانچصد روپیہ۔ (ب) زیور بتفصیل ذیل

Digitized by Khilafat Library Rabwah

(۱) ایک جوڑے کڑے طلائی وزنی ساڑھے دس تولہ نرخ بازاری آجکل فی تولہ چالیس روپیہ قیمتی -/۴۲۰ روپیہ۔ (۲) تین بٹن طلائی مع زنجیر وزنی دو تولہ نرخ بازاری -/۳۸ روپیہ قیمتی -/۷۶ روپے (۳) دو بالیاں طلائی وزنی گیارہ ماشے نرخ -/۳۸ روپے فی تولہ قیمت -/۱۳/۳۴ - (۴) اثاث البیت از قسم ظروف ہائے استعمال قیمتی اندازاً -/۱۵۰ روپے (۵) حق مہر قابل وصول کچھ نہیں - ان تمام اشیاء کی مجموعی قیمت الف و ب -/۱۳/۵۸۶ ہے - کہ میں اس جائداد کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - نیز بوقت وفات اگر اس کے علاوہ کوئی اور جائداد میری ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - الامتہ :- نشان انگوٹھا نذیر خانم

گواہ شد :- رحمت خاں خاوند موصیہ - گواہ شد :- حکیم عبدالعزیز احمدی جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ فیروز پور شہر

گواہ شد :- محمد حسین سیکرٹری مال جماعت احمدیہ فیروز پور -

نمبر ۵۸۰۵ :- منکہ صفیہ بیگم زوجہ بابو نواب دین خان صاحب قوم ککے زئی عمر ۲۰ سال پیدائشی احمدی ساکن فیض اللہ چک ڈاکخانہ خاص ضلع گورداسپور بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ ۴/۲/۴۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں - اس وقت میری حسب ذیل جائداد ہے - (۱) کڑے طلائی وزنی ۶ تولہ (۲) چوڑیاں طلائی وکلپ طلائی وزنی ۳ تولہ (۳) ہار طلائی وزنی ۳ تولہ (۴) کانٹے طلائی دو چوڑیاں وزنی ۲ تولہ (۵) انگوٹھیاں ۴ عدد وزنی ایک تولہ (۶) چھیاں نقری ۲۲ تولہ کل وزن زیورات طلائی ۱۵ تولہ در ۴۳ روپے فی تولہ -/۶۴۵ روپے نقری زیورات ۲۲ تولے در ۱۰ آنے -/۱۲/۱۳ کل میزان -/۱۲/۶۵۸ علاوہ اس کے مبلغ پانچصد روپیہ حق مہر جو بذمہ خاوند بابو نواب دین خان ہے ابھی قابل ادا ہے - اس کل جائداد یعنی -/۱۲/۱۱۵۸ روپے کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں - اور یہ بھی وصیت کرتی ہوں کہ اگر میری وفات پر اس جائداد کے علاوہ اور کوئی جائداد ثابت ہو تو اس کے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی - یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ لکھدی ہے تاکہ سند رہے - الامتہ :- صفیہ خانم بقلم خود

گواہ شد :- نواب دین خاوند موصیہ - گواہ شد :- غلام مصطفٰے صادق جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ جبل پور

گواہ شد :- محمد عثمان احمدی انسٹرکٹر - آئی - اے - او - سی - ٹریننگ سنٹر جبل پور - سی - پی

نمبر ۵۸۲۳ :- منکہ عنایت حسین ولد عطا محمد شاہ قوم سید پیشہ ملازمت عمر ۶۵ سال تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۲ء (باقی صفحہ ۵۸ پر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دواخانہ نورالدین رضؓ

بیادگار

حکیم الامۃ حضرت طبیب شاہی حاجی الحرمین سیدنا نورالدین خلیفۃ المسیح الاول رضؓ

زیر نگرانی

ابنائے حکیم الامت حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضؓ

میری مدت سے یہ خواہش رہی کہ حضرت استاذی المعظم خلیفہ اول رضی اللہ عنہ جو ایک عرصہ تک مہاراجگان کے شاہی طبیب رہے۔ اور جن کے دستِ شفاء کی شہرت دور دور تک تھی۔ ان کے طبی تجربات سے دنیا کو بہرہ ور کرتے رہنے کے واسطے ان کے صاحبزادوں میں سے کم از کم ایک پیشۂ طبابت اختیار کرتا۔ صاحبزادہ مولوی فاضل عبدالمنان صاحب جب علی گڑھ جانے لگے، تو ان سے میں نے یہی خواہش کی، کہ وہ علی گڑھ میں طبیہ کالج میں پڑھیں۔ مگر ان کی بعض مصالح انہیں لٹریچر کی طرف لے گئیں۔ اب خدا تعالے کا شکر ہے کہ صاحبزادگانِ حضرت مرحوم نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اپنی یونیورسٹی کی درسگاہوں سے فراغت حاصل کر کے طب کی طرف توجہ کی ہے۔ اور بالخصوص صاحبزادہ مولوی عبدالوہاب صاحب باقاعدہ مطب کرتے ہیں۔ اور مریضوں کا علاج کرتے ہیں۔ اور مجھے کئی ایک احمدی برادران نے بتلایا ہے، کہ ہمیں صاحبزادہ صاحب موصوف کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے شفا عطا کی ہے۔ مجھے مطب کو دیکھنے کا موقعہ ہوا ہے۔ اور بعض ادویہ کو خود بھی استعمال کیا ہے۔ تمام امراض کے نسخے تو حضرت مولانا صاحب کے لکھے ہوئے ان کے پاس محفوظ ہیں۔ مگر ان نسخوں کے مطابق محنت سے عمدہ اور اچھی حالت میں ادویہ کا مہیا کرنا ایک بہت مشکل کام ہے جس کو صاحبزادگان بہت عمدگی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ پھر ان ادویہ کو مرکب کرنے اور خوشنما گولیوں اور معجونوں کی شکل میں طیار کرنے اور خوشنما بوتلوں میں پیک کرنے اور خوشخط لیبل لگانے کے معاملہ میں ایسی دقیقہ رسی سے کام لیا ہے، کہ ولایت سے آئی ہوئی شیشیوں سے بھی خوشنما اور دیدہ زیب پیکنگ دیکھکر دل خوش ہو جاتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم صاحبزادگان کے اس کام میں برکت دے۔ اور ان کی توجہ سے جسمانی اور روحانی بیماروں کو شفا ہو۔ انہیں اللہ تعالےٰ کی رضامندی کے کاموں کے سرانجام دینے کی بہت بہت توفیق رفیق رہے۔

(مفتی) محمد صادق عفی عنہ

دواخانہ نور الدینؓ کے خاص الخاص مجربات کی مختصر فہرست آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

المشتــــــــــــہرین

ابنائے حکیم الامت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

صندلین

انیمیا یا کمی خون کا بہترین علاج:- خون تمام اعضاء بدن کو غذا اور روح پہونچاتا اور زہریلے مادوں کو جسم سے خارج کرتا ہے۔ تمام اعضاء جسم خون سے ہی زندہ ہیں۔ خون بدن کے ہر ایک حصّہ کی غذا کیلئے مناسب مواد مہیّا کرتا ہے اور پستان میں ایسے اجزاء لے جاتا ہے، جو دودھ بننے کے لائق ہیں۔ یہ خصیوں میں ایسے اجزاء لے جاتا ہے، جو مادہ حیات کے لائق ہیں۔

جسم میں دورہ خون سے حرارتِ بدن برقرار اور قائم رہتی ہے، بلکہ زندگی کا مدار ہی اسی پر ہے۔ اور صندلین میں وہ تمام اجزاء بکثرت موجود ہیں جن پر خون کے پیدا ہونے کا انحصار ہے۔

کمیٔ خون خواہ کثرتِ حیض اور بواسیر سے ہو یا عرصہ تک کی بیماری مثلاً ملیریا وغیرہ میں مبتلا رہنے سے ان تمام حالات میں صرف صندلین کا استعمال ہی آپ کے لئے مفید ہے۔ صندلین چہرہ کے رنگ کو نکھارنے اور صاف کرنے کیلئے بھی اکسیر ہے اور حیض کی خرابیوں میں بھی اسکے استعمال کی سفارش کی جاتی ہے۔

قیمت یکصد قرص ایک روپیہ بارہ آنہ۔ پچاس قرص ایک روپیہ۔

اکسیر معدہ

یہ بے ضرر مرکب معدہ کی خاص دوا ہے اس کے استعمال سے معدہ کے نازک نظام پر بڑا تسکین بخش اثر پڑتا ہے۔ بدہضمی، نفخ، کھٹے ڈکار، سینے کی جلن، پیٹ کی درد، باؤ گولہ، جی کا متلانا، سستی، کمزوری، بھوک کم لگنا، خرابی جگر۔ ان تمام بیماریوں کے لئے اکسیر معدہ کا استعمال مفید ہے۔ بیماری کے بعد یا کمزوری۔ کثرت کار یا ثقیل غذاؤں کے زیادہ استعمال سے جب معدہ کمزور ہو گیا ہو۔ تب اس دوا کے استعمال سے بھوک بڑھ جاتی ہے، اور ہاضمہ کی قوت تیز ہو کر آپ کو اپنی غذا سے زیادہ سے زیادہ قوت حاصل کرنے کے قابل بناتی ہے۔ اور

بواسیر میں بھی مفید پائی گئی ہے۔

قیمت یکصد قرص۔ ایک روپیہ بارہ آنہ (عہ ۱۲)

〃 پچاس قرص ایک روپیہ (عہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

امراضِ خاص

خاص امراض کی تشریح و تفصیل مشکل ہے۔ ان امراض کی اہمیت کسی توضیح کی محتاج نہیں۔ بہت سے مریض ان کو لا علاج سمجھ کر مایوس ہو جاتے ہیں جو احباب ان میں سے کسی مرض کا شکار ہوں یا ان کے علم میں کوئی دوست اس مرض میں گرفتار ہوں تو وہ اپنے مفصل حالات ہمیں لکھیں۔ حضرت حکیم الامت کی خاص قلمی بیاض کے مطابق ادویہ تیار کر کے مناسب قیمت پر انکی خدمت میں بھیجی جائینگی۔

غیر معتبر اشتہاری ادویہ خرید کر اپنی صحت اور روپیہ کو برباد نہ کریں۔ بلکہ آج ہی سے دواخانہ نور الدین رضؓ کی تیار کردہ بہترین ادویہ کا استعمال شروع کر دیں:

سیلان الرحم

سیلان الرحم کی شکایت آجکل ہندوستانی عورتوں میں بکثرت پھیل رہی ہے لیکن وہ بیچاری بوجہ شرم و حیا اس کا اظہار نہیں کرتیں، اور آخر اپنی قیمتی صحت حقیقی حسن اور نکھار کو برباد کر لیتی ہیں۔ یہی نہیں، بلکہ اس کا خمیازہ معصوم اور بیگناہ اولاد کو اٹھانا پڑتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ مرد اپنی دیگر ذمہ واریوں کے علاوہ ایسے امور سے بھی غافل اور بے پرواہ نہ رہیں۔ اگر ان کے گھروالوں یا جوان لڑکیوں کی صحت سیلان الرحم، پون یا لیکوریا کی وجہ سے برباد ہو رہی ہو، تو فوراً حضرت حکیم الامت سیدنا نور الدینؓ کی خاص مجرب دوا

اکسیر سیلان

پھر اسی چشمۂ فیض دواخانہ نور الدینؓ قادیان سے منگوا کر استعمال کرائیں۔ یہ بے خطا دوا رحم کو قوت دیتی، سفید رطوبت کے اخراج کو بند کرتی اور سیلان الرحم کی تکلیف سے نجات دے کر نئی زندگی عطا کرتی ہے۔

قیمت تین روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نور منجن

اگر آپ کے مسوڑھوں سے خون یا پیپ بہتی ہے مسوڑھے پھولتے یا درد کرتے ہیں۔ منہ سے بدبو آتی ہے۔ دانت میلے رہتے ہیں، دانتوں میں کیڑا لگ گیا ہے، پانی پینے سے ٹیس سی لگتی ہے، تو آپ کو نور منجن کا استعمال فوراً شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ یہ بے مثال منجن دانتوں کی آب قائم رکھتے ہوئے انہیں موتیوں کی طرح صاف چمکدار اور خوشنما ہی نہیں بناتا بلکہ منہ کی بدبو دور کر کے ان خطرناک جراثیم کو بھی ہلاک کرتا ہے جو دانتوں کی بیماریوں کا موجب ہوتے ہیں۔ پھر اس کا خاص جزو پائیریا سے بھی بچاتا ہے اور مسوڑھوں کے نازک پٹھوں کو طاقت دیکر انہیں اس قابل بناتا ہے کہ خون سے غذائیت حاصل کر سکیں۔ نور منجن کا ذائقہ خوشگوار ہے اور حجم کو بڑھانے کیلئے اس میں چاک وغیرہ قسم کی کوئی چیز شامل نہیں کی گئی۔ اس کا روزانہ استعمال دانتوں کی بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت دو اونس کی شیشی پانچ آنہ۔ ایک درجن تین روپیہ دو آنہ۔

ایک اونس کی شیشی تین آنہ۔ ایک درجن دو روپیہ۔

تریاقِ اٹھرا:-

دنیائے طب کا حیرت انگیز کارنامہ:۔ مرض اٹھرا میں رحم بہت کمزور ہو جاتا ہے اور بچہ کو سنبھال نہیں سکتا۔ عموماً تیسرے یا چوتھے مہینے حمل گر جاتا ہے اگر بچہ پورے دنوں میں پیدا ہو بھی جائے تو بڑی عمر نہیں پاتا۔ اور اکثر ذیل کی بیماریوں کا شکار رہتا ہے۔ سبز پیلے دست۔ قے۔ پیچش۔ سوکھا۔ بدن پر چھالے پھوڑے پھنسیاں۔ سرخ دھبے وغیرہ تریاق اٹھرا اس مرض کی نہایت مجرب اور بے خطا دوا ہے۔ پس اگر خدانخواستہ آپ کے گھر والے اس مرض میں مبتلا ہوں تو آج ہی حضرت حکیم الامت سیدنا نور الدین رضی اللہ عنہ کی مجرب دوا تریاق اٹھرا

دواخانہ نور الدین رضی اللہ عنہ سے طلب کریں!

اس کے استعمال سے بچہ ذہین۔ خوبصورت۔ توانا اور اٹھرا کے اثر سے محفوظ پیدا ہوتا ہے۔

قیمت فی تولہ ایک روپیہ چار آنہ۔ مکمل خوراک گیارہ تولہ چھ ماشہ منگوانے کی صورت میں قیمت

فی تولہ۔ ایک روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

سُرمہ مبارک

شہنشاہِ طب کی بیاضِ خاص کا تحفہ:۔ یہ سرمہ ککروں کو زائل کرتا ہے۔ ککروں کی وجہ سے آنکھوں میں آشوب یا زخم آگیا ہو۔ اور بینائی کم ہوتی جاتی ہو آنکھوں میں خارش اور کھجلی ہو تو ان حالتوں میں

سُرمہ مبارک

کا استعمال بہت مفید ہے۔ یہ سرمہ آنکھوں کو ہلکا اور صاف کرتا ہے۔ اس کا دائمی استعمال آنکھوں کو امراض و آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس سرمہ کی خاص خوبی یہ ہے کہ یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اپنے نادر قیمتی اور نہ گھسنے والے کھرل میں ہفتوں کی محنت سے تیار کیا گیا ہے۔

قیمت ایک تولہ اڑھائی روپیہ (۲؎) تین ماشہ بارہ آنے۔

عنبرین

اپنے جسم کو مضبوط بنائیے! عنبرین کا چند روزہ استعمال طبیعت میں انقلاب، جسم میں قوت اور خون میں جولانی پیدا کرتا ہے۔ اس سے دل، دماغ، معدہ، جگر، اور گردوں کو قوت پہونچتی ہے، اور پٹھوں میں طاقت آتی ہے جسم کی پژمردگی درماندگی، نقاہت، ناتوانی اور کمزوری دور ہو جاتی ہے۔ قوت مردمی بڑھتی ہے آپ نوجوان بن کر زندگی کا لطف اٹھا سکتے ہیں۔

آپ کو اپنی حفاظت اور بیماریوں کے مقابلہ کی قوت حاصل کرنے کے لئے بھی اس دیرپا اور مستقل اثر رکھنے والے معجون کی ضرورت ہے۔

مُشک، عنبر، زعفران اور قیمتی جواہرات اس کے خاص اجزاء ہیں۔

قیمت پانچ تولہ۔ ساڑھے چار روپیہ (۴؎)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

رَفیقِ نِسواں

رفیقِ نسواں عورتوں کی مخصوص بیماریوں کے لئے حضرت حکیم الامت کی نہایت کامیاب دوا ہے اس کے استعمال سے ایامِ حیض کی خرابیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ اگر حیض کی بیقاعدگی، بندش یا کمی ہے یا حیض کا خون تکلیف سے رُک رُک کر آتا ہے۔ ناف کے نیچے اُبھار ہے۔ دبانے سے دُکھن محسوس ہوتی ہے کمر اور پنڈلیوں میں درد رہتا ہے، جی متلاتا ہے، یا ہاتھ پاؤں اور سر میں جلن ہے کسی کام کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ تو یہ سب باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ آپ کو

رفیقِ نِسواں

کا استعمال جلد سے جلد شروع کر دینا چاہیئے کیونکہ وہ ان تکالیف کو دور کر کے آپ میں قوت و توانائی اور از سرِ نو صحت تازہ پیدا کر دے گی۔

قیمت:۔ پچاس قرص دو روپے۔ یکصد قرص تین روپیہ بارہ آنے۔

مرہم نُور

ہر قسم کے زخموں اور پھوڑوں کا بہترین علاج

یہ عجیب و غریب مرہم ہر قسم کے گھاؤ، دُنبل، پھوڑے، پھنسیوں اور زخموں کو گلنے سڑنے سے بچا کر تمام زہریلے اور فاسد مادوں کو ان کی جڑوں سے کھینچ نکالتا ہے۔ بگڑے ہوئے اور گندے سے گندے زخم اس کے استعمال سے اچھے ہو جاتے ہیں اسکا ایک ہی پھایا اپنے حیرت انگیز اثرات دکھا دیتا ہے اس مرہم کو استعمال کرنیکے بعد یقیناً آپ کسی دوسری مرہم کی تلاش نہیں کرینگے۔

ایسی بہترین مرہم کا ہر گھر میں رہنا نہایت ضروری ہے۔

قیمت بڑی ڈبیہ۔۔۔۔۔۔ ایک روپیہ بارہ آنے

" چھوٹی ڈبیہ۔۔۔۔۔ ایک روپیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرصِ جواہر

طاقت کی بے نظیر دوا:- یہ دوا اعصاب کو طاقت دیتی، دماغ کو تقویت پہونچاتی، دل کو مضبوط کرتی اور باہ کو حد درجہ بڑھاتی ہے۔ اس کا چند روزہ استعمال ہر طرح کی کمزوری دور کر کے نئی قوت اور توانائی پیدا کرتا اور جسم کی زائل شدہ طاقتوں کو بحال کرتا ہے اس کا اثر مستقل اور دیرپا ہے۔ مردانہ قوت کو بڑھانے میں اس کے نتائج بہت ہی شاندار ثابت ہوئے ہیں۔

قیمت یکصد قرص چار روپیہ چودہ آنے۔ (للعہ)

معجونِ ملیّن

قبض ایک عالمگیر بیماری ہے، جس کی وجہ سے خراب، زہریلے اور متعفن مادے جسم میں جذب ہو کر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ معجون ملیّن کا استعمال قبض کا بہترین علاج ہے۔ یہ قطعی بے ضرر معجون دست نہیں لاتا جس سے کمزوری پیدا ہو۔ بلکہ بغیر مروڑ اور بے چینی کے سیدھی ہوئی اجابت کھل کر ہو جاتی ہے۔

معدہ کی خرابی اور زائد رطوبت کو دور کرنے، اور پیٹ کے بڑھنے کو روکنے اور آنتوں کو مضبوط کرنے کے لئے بھی "معجون ملیّن" کا استعمال مفید ہے۔

قیمت:- پانچ تولہ بارہ آنے۔

ہر قسم کی خط و کتابت کیلئے صرف یہ پتہ یاد رکھیں!

دواخانہ نور الدین قادیان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ستّر کتابیں!

صرف پچیس روپے میں

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ستّر کتابیں جو رسالہ "ریویو" کے سائز پر قریباً چھ ہزار صفحوں کی ہیں، صرف پچیس روپے میں فروخت ہو رہی ہیں۔ پہلے یہ کتابیں تیس روپے میں فروخت ہوتی تھیں۔ مگر اب پہلے سٹاک میں سے بعض ختم ہو گئی ہیں۔ اس لئے قیمت پچیس روپے کر دی گئی ہے۔ بعض کتابوں کے نام یہ ہیں:-

براہین احمدیہ مکمّل
سرمہ چشم آریہ۔ ازالہ اوہام مکمّل
آئینہ کمالاتِ اسلام۔
شہادت القرآن۔ نور القرآن۔
انجامِ آتھم۔
ایام الصلح۔
مسیح ہندوستان میں۔

تریاق القلوب
تحفہ گولڑویہ
اربعین ہر چہار حصّہ
نسیم دعوت۔
تذکرۃ الشہادتین
نزول المسیح
لجّۃ النور

یہ سب کتابیں بالکل نئی ہیں۔ آرڈر کے ہمراہ دو روپے ارسال فرمائیں:

مینیجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

تفسیر سروری

یعنی

جماعت احمدیہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کی وہ تفسیر القرآن جو رسالہ ریویو اردو میں چھپتی رہی ہے، اور جس میں حضرت خلیفہ اوّل رضؓ کی تفسیر بھی بیان ہوئی ہے اسکی چند گنتی کی جلدیں برائے فروخت دفتر میں موجود ہیں۔ یہ تفسیر شروع سے آٹھویں پارے تک کی ہے مگر درحقیقت اسمیں سارے قرآن مجید کے مشکل مقامات حل کئے گئے ہیں۔ یہ نہایت عام فہم تفسیر ہے اس کے پڑھنے سے حسب استعداد تفسیر القرآن کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ رسالہ ریویو کے سائز پر اسکے کل دو ہزار صفحے ہیں۔ پہلے اس کی قیمت پندرہ روپے تھی مگر اب بعض فوری ضروریات کی وجہ سے اسکی رعایتی قیمت صرف چھ روپے رکھی گئی ہے۔ آج ہی بذریعہ منی آرڈر بنام مینیجر رسالہ ریویو (اردو) ارسال فرما کر اپنے لئے ایک جلد محفوظ کرالیں۔ بعد میں یہ بیش بہا خزانہ کسی قیمت پر بھی نہ مل سکے گا۔ مجلد کی قیمت ساڑھے سات روپے ہے۔

ملنے کا پتہ

مینیجر رسالہ ریویو۔ اردو۔ قادیان

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپ کر قادیان سے مالکان کیلئے شائع کیا)

Digitized by Khilafat Library Rabwah